ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهٖ

(تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے)

چند پند

جس کو

شمس العلماء، ڈاکٹر مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب مرحوم ایل ایل ڈی
ڈی او ایل سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو سرکار عالی نظام نے اپنے
لڑکے کو حرف شناسی کے بعد پڑھانے کے لیے تصنیف کیا

اور بنظر فوائد عام

جناب افضل العلماء ایم کیمپسن صاحب بہادر ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن
ممالک مغربی و شمالی نے واسطے استعمال مدارس سرکاری کے منظور فرمایا

مصنف کی نظر ثانی اور ترمیم و اصلاح کے بعد

مولوی بشیر الدین احمد صاحب اول تعلقدار (کلکٹر) پنشنر سرکار عالی نظام نے

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج میں چھپوایا

۱۳۳۶ھ
۱۹۱۸ء

چوتھا ایڈیشن - ایکہزار جلد　قیمت ۶ر　خرچہ وی پی ۲ر

چند پند

فہرست مضامین

دیباچہ

میرے والد مرحوم جناب مولوی نذیر احمد صاحب نے ہم لوگوں کی تعلیم اپنی ہی کتابوں سے شروع کی۔ مجھے حرف شناسی کے بعد یہی کتاب شروع کرائی تھی جو آگے چل کر منظوری ڈائرکٹر صاحب تعلیمات مدارس کے کورس میں داخل ہو گئی اب خدا جانے ہے یا نہیں مگر کثرت فرمائشات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا ذوق و شوق روبہ انحطاط نہیں۔ اس میں کچھ تو ایسا وصف ہے جو لوگ اب تک گرویدہ ہیں ورنہ کبھی کی معدوم ہو جاتی تصنیف کے بعد سے یہ کتاب کتنی اور کتنی بار چھپ چکی ہمیں کچھ خبر نہیں اس طلب صادق ہی نے مجھے اس کتاب کو اب پھر چھپوانے پر آمادہ کیا ورنہ کاغذ کی گرانی بلکہ قحط کے زمانے میں کتاب کا چھپوانا بھلی چنگی جان کو عذاب میں ڈالنا ہے۔ لوگ اضافۂ قیمت سے کنیاتے ہیں مگر اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ۔ والد مرحوم کے زمانِ حیات میں اس کتاب کا آخر ایڈیشن جب نکلا تو مشکل الفاظ کے معنی فٹ نوٹ میں بڑھا دیے گئے تاکہ مبتدی کو فہم مدعا میں سہولت ہو۔ فرہنگ کا طریقہ ہم کو پسند نہیں کہ اس کی طرف بار بار رجوع کرنا زحمت سے خالی نہیں۔ نظر ثانی کے وقت مصنف علام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور بڑھا دیے تھے ان دونوں کے حالات اصل کتاب میں بھی تھے لیکن شاید ڈائرکٹر صاحب نے یہ دونوں مضمون کسی مصلحت سے خارج کر دیے تھے۔ اب ان کا مستزاد کرنا کتاب کی تکمیل کے لحاظ سے ضرور تھا۔

دہلی - اپریل ۱۹۱۹ء } (خاکسار) بشیر الدین احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس خدا نے ہم کو پیدا کیا، دیکھنے کو آنکھ سننے کو کان سونگھنے کو ناک، بولنے کو زبان اور برا بھلا پہچاننے کو عقل دی کس کا مونھ ہی کہ اُس کی تعریف کرسکے اور جس نبی[1] نے ہم کو نجات[2] کی راہ، دنیا کی بہتری، عاقبت[3] کی درستی، خدا کی پہچان سکھائی، کس کی زبان ہی کہ اُن کی شکرگزاری[4] کا دم بھر سکے[5]۔

اس کتاب میں بچوں کے واسطے چند مفید[6] مضمون جمع کر کے اس کا نام **چند پند** رکھا گیا ہی

صفائی یعنی ستھراپن

بہت ضرور ہی کہ تم اپنے تئیں پاکیزہ اور صاف رکھو میلا کچیلا رہنا نہایت بری بات ہی ناصاف رہنے سے بیماری پیدا ہوتی ہی۔ لوگ گھن کیا کرتے ہیں۔ کوئی پاس آنے یا بیٹھنے کا روادار نہیں ہوتا۔ تمام دنیا کا قاعدہ ہی کہ اپنے تئیں ہر ایک شخص اپنے مذہب یا قوم کے دستور کے مطابق پاکیزہ رکھتا ہی۔ ہندو گنگا جمنا[7] یا کسی دریا یا تالاب یا ندی یا کوئے کے پانی سے ہر روز نہاتے ہیں۔ اہل اسلام ہر روز نہیں نہاتے لیکن پانچوں وقت وضو کرتے ہیں اور جمعہ کے جمعہ غسل نہاتا ہے
تم یہ بات سن کر تعجب[8] کروگے کہ بعض لڑکے مونھ دھونے سے ڈرتے ہیں۔ اُن کا مونھ ناصاف

---

[1] یعنی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم [2] چھٹکارا [3] دوسری دنیا جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہی [4] شکریہ ادا کرنا [5] یعنی دعوی کرسکے [6] فائدہ مند [7] یہ دونوں ہندوستان میں بڑے مشہور دریا ہیں ہمالیہ پہاڑ سے نکلے ہیں الہ آباد میں یہ دونوں مل گئے ہیں [8] اچنبھا۔ حیرت

اور اُن کا چہرہ بد رونق رہتا ہے میل کی تہیں اُن کے جسم پر جمی ہوتی ہیں۔ کیسے گندے لڑکے یہ ہوتے ہیں۔ نہ اُن کو کوئی گود میں لیتا ہے نہ اپنے پاس آنے دیتا نہ پیار کرتا۔ جاڑوں میں ٹھنڈے پانی کے استعمال سے اگر تکلیف ہو تو تازہ یا گرم پانی لو لیکن بلا ناغہ موہنہ کو دھو کر خوب صاف کرو اور اپنے جسم پر کسی طرح کی گندگی مت رہنے دو خاک اور مٹی سے کھیلنا بڑے عیب کی بات ہے اس سے کپڑے اور بدن دونوں کا نقصان ہے۔ اسی طرح ننگے پاؤں نہیں رہنا چاہیے۔ اگر تم ننگے پاؤں پھروگے شاید کانٹا یا شیشے کا ٹکڑا پاؤں میں لگ جائے اور اس سے تم کو تکلیف ہوگی۔ لنگڑاؤگے لوگ ہنسیں گے اور مدت تک تم کو دوا لگانی پڑے گی۔

لڑکپن میں رطوبت[1] کا غلبہ[2] ہوتا ہے اس واسطے ناک اکثر بہا کرتی ہے جس لڑکے میں رطوبت ہو ہمیشہ اس کو ایک رومال اپنی جیب میں رکھنا چاہیے جب ناک صاف کرنے کی ضرورت ہو علیحدہ کونے میں ناک صاف کرنی چاہیے یا اگر کم ہو تو رومال میں۔ پھر رومال کو ہر تیسرے روز بدل ڈالنا مناسب ہے لیکن ناک کو دامن یا آستین سے ہرگز نہیں پونچھنا چاہیے۔ آٹھویں دن حجامت بنوانی چاہیے۔ اگر بال زیادہ بڑھ جائیں گے تو اُن کی جڑوں میں میل جمع ہوگا اور جوئیں پیدا ہونگی۔ بالوں کا بڑھانا لڑکوں کو نہایت زبوں ہے۔ جو لڑکے بال بڑھاتے ہیں لڑکیوں کی طرح چوٹی کنگھی اور تیل میں مصروف رہتے ہیں اور آخرکار بدوضع اور بد اطوار[3] ہو جاتے ہیں۔ حجامت کے ساتھ ناخن بھی ترشوا ڈالنے چاہییں۔ ان میں بھی میل بھرا رہتا ہے اور نیلے یا سیاہ بدرنگ ہونے سے لوگوں کو نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر خاک میں نہ کھیلو اور ننگے پاؤں زمین پر نہ پھرو اور خاک میں نہ بیٹھو تو سفید کپڑے ہر ہفتے جاڑے میں اور ہر چوتھے دن گرمی میں بدلا کرو ورنہ بدن کے عرق اور میل سے کپڑوں میں بو ہو جاتی ہے اور اس طرح کی بو بیماری پیدا کرتی ہے۔ اور زیادہ میلا رہنے سے کپڑا بھی گلتا اور سڑتا ہے۔ جاڑے میں کپڑے البتہ دیر تک نہیں بدلے جاتے۔ تاہم آٹھویں دن ایک کپڑا جو پہن چکے چھوڑ دو کہ وہ ایک ہفتہ تک ہر روز دھوپ میں خشک[4] کیا جائے۔ اور

---

[1] تری۔ نمی [2] زیادتی [3] بدچلن جس کے ڈھنگ برے ہوں [4] سکھایا جائے

اسی طرح ردوبدل[1] تمام موسم میں کرتے رہو۔ کپڑا استعمال کم سے کم بلکہ بے احتیاطی[2] سے زیادہ اور
جلد خراب ہو جاتا ہے۔ کپڑے کو گرد اور خاک اور بدن کی نجاست[3] ناک وغیرہ سے ہمیشہ بچانا چاہیئے
کھانے کے وقت لڑکے اکثر کپڑے خراب کر لیا کرتے ہیں۔ کہیں شوربا لگا لیتے ہیں کہیں انگلیاں
پونچھا کرتے ہیں۔ یہ سب بے تمیزی کی بات ہے۔

ہمیشہ دسترخوان پر کپڑے سمیٹ کر بیٹھنا چاہیے۔ عجیب عجیب طرح کی بدتمیزیاں لڑکوں میں ہوتی
ہیں۔ کوئی آستین چبایا کرتا ہے کوئی بند کوئی دامن۔ ہم کو امید ہے کہ تم ایسی خراب عادت ہرگز اختیار
نہ کرو گے۔ بعض نادیدہ لڑکے کھانے کی جو چیز اُن کو دی جائے دامن یا ٹوپی میں رکھ لیا کرتے
ہیں۔ اس سے ان کی حرص کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔ کپڑا پہننے کے واسطے ہے نہ کھانے کی چیزیں
بھرنے اور رکھنے کے لئے۔ بہتر ہوتا کہ ایسے لڑکے بجائے ٹوپی کے دیگچی اوڑھتے اور بجائے انگرکھے
کے دسترخوان کا کرتا اُن کو بنا دیا جاتا۔ کھانے کے بعد دانتوں کی جڑوں میں کھانے کے ٹکرے
اٹک جاتے ہیں اور یہ چیزیں منہ میں رہ کر سڑ جاتی ہیں۔ اس کے واسطے ہمیشہ خلال[4] کرنا اور کلی کے
وقت انگلی سے دانتوں کو ملنا اور منہ دھونے کے وقت منجن یا کوئلہ یا مسواک سے نرمی اور آہستگی
کے ساتھ دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ جاڑے میں آٹھویں دن اور گرمی میں ہر روز اور برسات
میں بھی جب کہ ہوا بند ہو غسل کرنا چاہیئے۔ لڑکے آب سرد سے غسل نہ کریں لیکن جوان آدمی کو بہ نسبت
آب گرم کے آب سرد سے غسل کرنا زیادہ مفید ہے۔ غسل سرد پانی سے ہو خواہ آب گرم سے بھوک کے
وقت اور شکم سیر[5] ہونے کی حالت میں نہیں کرنا چاہیئے اور جب کہ تم موسم گرما میں دھوپ میں پھرتے ہو
تب بھی غسل مت کرو جب تک خوب ٹھنڈے نہ ہو لو۔ اگر کسی طرح کی علالت[6] ہے زکام یا تپ تو ایسی
حالت میں غسل ممنوع[7] ہے۔ غسل ہمیشہ تنہائی میں کرنا چاہیئے۔ ہر چند لوگ بسبب کم عمری کے تم کو برہنہ[8]
ہونے کی اجازت دیں لیکن ننگا ہونا نہایت بے حیائی کی بات ہے اور کسی طرح اس کو جائز
نہیں رکھنا چاہیئے۔

---

[1] الٹ پلٹ [2] بے خبری [3] گندگی [4] تنکا جس سے دانت کریدتے ہیں [5] پیٹ بھر کے
[6] بیماری [7] منع [8] ننگا

سونا

سونا مثل کھانے اور پینے کے زندگی کے واسطے ضروری ہی لیکن جس طرح بہت کھانے سے بدہضمی اور بعض وقت ہیضہ ہوتا ہی بہت سونے سے ذہن کند اور طبیعت غبی ہوجاتی ہی عقلمندوں نے سونے کا وقت اس اندازے پر مقرر کیا ہی کہ دن رات میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دن رات مل کر چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہی اگر سونا چھ گھنٹے سے کم ہو تو مرض ہی۔ پس چھ گھڑی رات گئے سونا چاہیے اور علی الصباح جاگنا ضروری۔ سونا کروٹ کے بل چاہیے۔ چت اور پٹ ہوکر سونا نامناسب بات ہی۔ ہرچند سونے میں آدمی کو خبر نہیں ہوتی لیکن مقدور بھر کوشش کرنی چاہیے کہ یہ عادت بد ترک ہو۔ سونے میں تکیہ اونچا رکھنے یا کم کھانے سے عجب نہیں کہ یہ عیب خود بخود جاتا رہے۔ سوتے میں سر شمال کی طرف رکھنا چاہیے۔

واضح ہو کہ چار طرف ہیں اول مشرق یعنی پورب جدھر سے آفتاب نکلتا ہی اور مغرب یعنی پچھم یا پچھاں جس طرف آفتاب ڈوبتا ہی۔ پورب کی طرف مونھ کرکے کھڑے ہو تو داہنے ہاتھ کی طرف جنوب یعنی دکھن اور بائیں ہاتھ کی طرف شمال یعنی اتر کہلاتا ہی۔

دس برس کی عمر کے بعد لڑکوں کو الگ چارپائی پر سونا چاہیے۔ کسی مرد یا عورت کے ساتھ سونا گو وہ مرد اپنا باپ اور گو وہ عورت اپنی ماں ہو نہیں چاہیے۔ گرمی میں سوتے وقت کپڑا اتار ڈالنا مضائقہ نہیں لیکن پاجامہ کسی حالت میں نہیں اتارنا چاہیے۔ پاجامے کے عوض لنگی باندھنا بھی مناسب نہیں کیونکہ سوتے میں اکثر بے خبری کی حالت میں لنگی کھل جانے سے بے پردگی ہوتی ہی۔ سوتے میں اٹھ کر پانی پینا بہت ضرر کرتا ہی اس واسطے جب سونے کا قصد کرو تو پانی تھوڑی سی پیاس بھی ہو تو پی کر سویا کرو بہت ضرور ہی کہ سونے سے پہلے حوائج ضروری سے قصد کرکے فراغت کرلو مبادا سونے کی حالت میں تم ضبط حاجت پر قادر نہ رہ سکو جب تک ضرورت نیند نہ معلوم ہو سونے کا قصد مت کرو گرمی میں دری یا سوزنی اور جاڑے میں روئی دار توشک بچھانی چاہیے۔

---

۱ کند ۲ صبح سویرے ۳ معیوب بات ۴ سونی ۵ برج ۶ نقصان ۷ ارادہ
۸ پیشاب پاخانہ وغیرہ ۹ یعنی روک نہ سکو

لیکن آرام کی عادت ایسی مت ڈالو کہ بے تکیے اور بچھونے کے نیند نہ آئے۔ بلکہ کبھی کھرّی چارپائی پر بے تکیے اور کبھی بے فرش بھی سو رہنا چاہیئے۔ اگر سوتے میں کسی حاجت[1] بشری کا تقاضا معلوم ہو تو سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ فوراً اٹھ کر ضرورت سے فارغ ہو لینا چاہیئے۔ ہندوستان میں دن کو سونا معمول ہے خصوصاً[2] موسم گرما میں لیکن دن کا سونا منع ہے سوائے اُس شخص کے جو رات کو جاگا ہو۔ دن کے سونے سے مزاج سست اور ذہن کند ہوتا ہے اور طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دن کو سونے سے رنگ کالا ہوتا ہے سو کر اٹھو تو مونھ دھو ڈالو۔ تاکہ آنکھوں کی کثافت[3] اور طبیعت کی سستی دفع ہو۔ اگر گرمی کا دن بہت بڑا ہو اور پڑھنے لکھنے کا کچھ حرج نہو۔ ٹھیک دوپہر کو کبھی کبھی گھڑی دو گھڑی سو رہنا نامناسب نہیں کیونکہ اگر تم سو نہ رہوگے تو شاید باہر گرم ہوا میں پھر کر اپنے تئیں بیمار ڈالو۔

کھانا

زندگی کا انحصار[4] کھانے پر ہے اور تم دیکھتے ہو کہ تمام دنیا اسی فکر میں لگی رہتی ہے۔ بیشک بدون کھانے کے کوئی جاندار بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ فاقے سے کمزوری اور انجام کو ہلاکت[5] ہوتی ہے لیکن یہ بات تجویز طلب ہے کہ کیا کھانا چاہیئے اور کیونکر کھانا چاہیئے۔ ہر قسم کا کھانا جو گھر میں میسر آوے خوش دلی[6] کے ساتھ کھاؤ۔ اگر کوئی چیز گھر میں نہیں ہے تو اُس کے واسطے ضد مت کرو مانگ کر کھانا بے غیرتی[7] کی بات ہے جب تک خوب ورکی بھوک نہ لگے مت کھاؤ۔ اور ہمیشہ تھوڑی بھوک باقی رکھ کر دسترخوان سے اٹھ جانا چاہیئے۔ بہت کھانے سے بدہضمی اور پیچش اور پیٹ میں درد[8] ہوتا ہے۔ دست آنے لگتے ہیں۔ بچوں کو دن رات میں چار مرتبہ کھانا چاہیئے۔ صبح اٹھ کر ناشتہ جو کچھ رات کا رکھا ہوا ہو یا عین وقت پر میسر آسکے۔ پھر دوپہر سے پہلے سب لوگوں کے ساتھ معمولی دن کا کھانا۔ پھر تیسرے پہر کا ناشتہ۔ پھر بعد مغرب یا قبل مغرب رات کا کھانا۔ ان چار وقتوں کے سوائے بیچ میں کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے اگرچہ دل للچائے ورنہ بیماری کا خوف

---

[1] انسانی ضروریات جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ [2] خاص کر [3] میل کچیل [4] یعنی زندگی کھانے پر موقوف [5] موت [6] خوشی [7] بے شرمی [8] درد

ہی۔ کھانا ہمیشہ دسترخوان پر کھانا چاہیے سب کے ساتھ مل کر اور جو چیز تمہارے پاس رکھدی جائے
اُس میں بحث وحجت نہیں کرنی چاہیے اور نہ زیادہ مانگنا چاہیے۔ کھانا داہنے ہاتھ سے چاہیے
ایسی احتیاط کے ساتھ کہ دسترخوان یا فرش پر کوئی چیز نہ گرے۔ لقمہ چھوٹا لینا چاہیے! اور لقمہ چبانے
میں موٗنھ بند کرلیا کرو۔ چپڑ چپڑ کی آواز نہ نکلے۔ کھانے میں اُنگلیاں اور موٗنھ مت بھرو اور روٹی کو ہاتھ
سے توڑو دانت سے مت کاٹو۔ کھانے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ دھولیا کرو اور کھانے کے بعد ہاتھ اور موٗنھ اس
طرح دھوو کہ زردی یا چکنائی یا کوئی اور اثر باقی نہ رہے۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ[2] اور کھانے کے
بعد الحمد للہ[4] ضرور کہنا چاہیے۔ بہت سے آدمی دنیا میں ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔ پس جب تم کو
مزے دار کھانا ملا تو خدا کا شکر کرو کہ اُس نے اپنی مہربانی سے روزی عنایت کی۔ کھانے سے
پہلے ہاتھ دھوتے وقت ناک صاف کرلینی چاہیے اور ہمیشہ ایک رومال جیب میں رکھنا چاہیے
اگر کھانے کے وقت مرچ کی تیزی سے ناک بہنے لگے تو بائیں ہاتھ سے اُسی رومال میں ناک صاف کرلیا کرو
پانی کی ضرورت ہو تو گلاس یا آبخورہ یا کٹورہ بائیں ہاتھ میں لو اور داہنے ہاتھ کا سہارا ایسے
ڈھب سے لگاؤ کہ برتن میں دھبا نہ لگے۔ کھانے کے وقت کھانسی یا چھینک آوے تو موٗنھ پر بایاں
ہاتھ رکھ کر اور دسترخوان کی طرف سے موٗنھ پھیر کر کھانسنا اور چھینکنا چاہیے اگر موٗنھ سے کوئی چیز نکل کر ہاتھ
میں لگ جائے تو چھپا کر رومال میں پونچھ لو۔ بلکہ بہتر یہ ہی کہ اُٹھ کر ہاتھ دھولو اور موٗنھ کو صاف کر لو۔
روٹی کو بے ضرورت ٹکڑے کرنا اور توڑنا بے تمیزی ہی۔ بھری ہوئی اُنگلیاں روٹی یا دسترخوان سے
پونچھنا نہیں چاہیے بلکہ ایسی احتیاط سے کھاؤ کہ اُنگلی نہ بھرنے پائے اور اگر بھرگئی ہو تو اُس کو چاٹ لو
رکابی میں ایک طرف سے کھانا چاہیے تاکہ جو بچ جائے اُس سے لوگ نفرت نہ کریں۔ اگر رکابی کی
سب چیز تم کھا چکے ہو تو رکابی کو پونچھ کر صاف کرو۔ اگر کھانے میں ہچکی آئے تو پانی پینا چاہیے
کو پیاس نہو اور اگر اُچھو آئے تو اوپر دیکھنا چاہیے۔ دسترخوان پر اور لوگوں کی رکابیوں پر نظر کرنا
ناپسندیدہ بات ہی۔ اگر دسترخوان پر کئی قسم کا کھانا ہی تو نمکین سے شروع کرنا چاہیے اور آخر میں بھی موٗنھ

---

[1] نوالہ [2] یعنی خدا کا نام لے کر شروع کیا گیا [3] شکر خدا کا [4] بری

نمکین کرنا چاہیے۔ اگر اچار بھی ہو تو کھانے سے پہلے اچار کا چکھ لینا مفید ہی۔ اگر تم کو بوجہ علالت یا بوجہ نقاہت[۱]
کسی کھانے سے منع کیا جائے اُس کے کھانے کا قصد مت کرو کھانے کے بعد مونھ صاف کرنے کی
غرض سے پان کھانے کا مضائقہ نہیں لیکن پان کی عادت ڈالنی بُری بات ہی۔ پانی کھڑے ہو کر
کسی حالت میں نہیں پینا چاہیے اور ہمیشہ دو دم[۲] بیچ میں لے کر پینا مناسب ہی۔ کھانے میں بہت پانی
پینا نقصان کرتا ہی۔ جہاں تک ہو سکے پانی میں کمی کرو۔ اگر کوئی غیر آدمی کھانا کھاتا ہی اور تم اُس کے
پاس جا نکلو تو اُس کے پاس کھڑا ہونا اور بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر وہ تم کو کھانے میں شریک کرنا چاہے اور
کھانے کے لئے کہے تو عذر[۳] کرو بازار کی مٹھائی وغیرہ کبھی کبھی کھانے کا مضائقہ نہیں لیکن عادت کرنا اور
چاٹ لگانا سخت عیب کی بات ہی۔ لڑکوں کو عموماً مٹھائی کی طرف بہت رغبت ہوتی ہی لیکن کثرت سے
مٹھائی کھانے میں دو دھ کے دانتوں کو نہایت ضرر ہی۔ کیڑا لگ جاتا ہی اور مسوڑے کمزور ہو جاتے ہیں
اگر اتفاق سے کھانے میں دیر ہو اور تم کو بھوک لگی ہو تو گھبرانا اور بے قرار ہونا نہیں چاہیے اگر کھانے
میں کسی غریب کا بچہ آ کھڑا ہو اور تم کو دیکھنے لگے اور خوف یا شرم کے سبب نہ مانگ سکے تو تم خود
اُس کو اپنے کھانے میں سے دو اُس میں دریغ کرنا نہ چاہیے یا اگر کھانے میں کسی فقیر کی صدا
تمہارے کان میں پڑ جائے تو ضرور اُس کو بھیج دینا چاہیے بعض وقات لوگ نیت[۴] کا امتحان کرنے کو
بھی کھانا یا کپڑا یا اور کوئی چیز تم سے مانگیں تو بلا تامل خوشی سے دینا چاہیے۔ اگر اتفاق سے
کسی کے گھر مہمان جاؤ تو گو تم کو بھوک لگے کھانا مت طلب کرو جب تک وہ لوگ خود کھانا تمہارے
روبرو نہ حاضر کریں۔ اگر اور مہمان یا اُن کے بچے کھانا کھاتے ہوں تو اُن کے پاس بھی مت جاؤ
ورنہ لوگ جانیں گے کہ یہ لڑکا کھانے کے لالچ سے یہاں کھڑا ہی۔

لباس یعنی کپڑے

شروع میں کپڑا اس غرض سے ایجاد ہوا تھا کہ سردی اور دھوپ کی تکلیف بدن کو ایذا[۵] نہ دے

۱ لاغری - لوتھ - عادی پن ۲ سانس ۳ حیلہ بہانہ ۴ جانچ پڑتال ۵ تکلیف - دکھ

اور جتنے بدن کا چھپانا ضرور ہی وہ لوگوں کی نظر سے پوشیدہ[1] رہے۔

مردوں کو ناف کے نیچے گھٹنوں تک ہمیشہ پوشیدہ رکھنا چاہیے اتنے بدن میں سے کسی جگہ کا کھولنا بے حیائی[2] کی بات ہی۔ اور جن لوگوں کو خدا نے بہت حیا عنایت فرمائی ہی وہ اور بدن بھی نہیں کھولتے۔ اس گرم ملک میں ہر وقت تمام بدن کا پوشیدہ رکھنا مشکل ہوتا ہی اس واسطے لوگ گھروں میں سر کھلے ننگے بدن بھی رہتے ہیں۔ لیکن گھر کے باہر غریب سے غریب بھی تمام بدن کو ڈھاک کر نکلتا ہی۔

ہر چند کپڑا پردہ پوشی[3] اور سردی گرمی کے بچاؤ کے واسطے ایجاد ہوا تھا لیکن اب لوگوں نے اس کو زینت اور بناؤ سنگھار اور نمود کی چیز بنا لیا ہی۔ شال. دوشالے، بانات، کمخواب اطلس. تن زیب، جامدانی. کامدانی سے لیکر کمل. دولڑا. دوسوتی. گاڑھا. گزی. دھوتر تک صدہا قسم کے کپڑے دنیا میں ہیں اور جس کو جو میسر آتا ہی پہنتا ہی۔ لیکن ہر آدمی چاہتا ہی کہ جہاں تک ہو سکے اچھے سے اچھا کپڑا پہنے خصوصاً لڑکوں کو اس کا بہت خیال ہوتا ہی بیشک اگر خدا نے مقدور دیا ہی تو اچھا کپڑا پہننا چاہیے۔ لیکن نہ اتنا بیش قیمت[4] کہ آدمی کو اُس کے سبب سے کھانے پینے اور دوسری ضرورت کی چیزوں میں کمی کرنی پڑے یا ہمیشہ اُسی طرح کا کپڑا نہ پہن سکے۔ بعض لوگوں کو دیکھا ہی کہ آج لباس فاخرہ[5] پہنے پھرتے ہیں اور کل اتفاق سے مقدور نہ رہا تو گاڑھا بھی میسر نہیں پس شرع سے سلامت روی[6] کی وضع اختیار کی جائے جس کو انسان زندگی میں نباہ سکے کپڑوں کی خراش[7] تراش پر نظر کی جائے تو صدہا وضع کے کپڑے ہیں۔ کرتہ. عبا. قبا. صدری. نیم آستین. مرزائی. انگرکھہ. شرعی پائجامہ. تنگ موری کا پائجامہ. گھٹنا وغیرہ. ایک ٹوپی ہی تو وہ بھی کئی وضع کی کی ہی. دو پلی. چار گوشہ. بغلی. چین دار. برجی. ان تمام وضعوں میں بعضے مانوس کی

---

[1] چھپا ہوا [2] بے شرمی [3] عیب کا ڈھانک لینا [4] قیمتی۔ بڑھیا۔ زیادہ قیمت کا [5] جس لباس کو پہنکر فخر کیا جائے مراد ہی عمدہ لباس [6] سادگی [7] کاٹ چھانٹ

وضع اختیار کرنے کے لائق ہی۔ نیچی چولی کا انگرکھا جس کا پردہ نہ بالکل سیدہا نہ گول اونچی
چولی جس کے بند کوڑی پر باندھے جائیں اور گول پردہ اکثر بازاری لوگوں کی وضع ہی۔
پائجامہ شرعی ہو یعنی کھلے پائنچوں کا یا تنگ موری کا اوپر ایسا گھیر دار ہو کہ انگرکھا اگر نہ
بھی ہو تو پردے میں خرابی نہ ہو۔ انگرکھے کے نیچے چھوٹا کرتا ضرور پہننا چاہیے۔ اوّل تو اُس سے
انگرکھا بدن کے میل اور عرق سے محفوظ رہتا ہی۔ دوسرے بدن کی نگاہداشت[۵۱] خوب
ہوتی ہی۔ ازار بند ناف سے اوپر باندھنا چاہیے۔ نہ ایسا چست[۵۲] کہ کمر کٹ جائے نہ ایسا
ڈھیلا کہ پائجامہ پھسل پڑے۔ کپڑوں میں چمک دار کپڑے جن میں چاندی سونے کا کام ہو
مردوں کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا بناؤ سنگار عورتوں کو زیبا ہی۔ مردوں کو علم کا
سنگار کافی ہی جس کی آب و تاب سے چاندی سونا تو کیا جواہرات اور ستاروں کی چمک
بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کامدار ٹوپی یا کامدار جوتی پہننے کا مضایقہ نہیں لیکن جہاں تک ممکن
ہو کم کام کی چیز اختیار کرو بلکہ سادہ بہت بہتر بہ نسبت کامدار کے۔
گرمی کے کپڑے نین سکھ یا تن زیب کے انگرکھے اور کمرک اور لٹھے کے پائجامے کافی ہیں۔
جاڑے میں اونی یا دریس کی چھینٹ سے بانات بہتر ہی۔
کپڑا قیمتی اور مضبوط پائدار اور پختہ رنگ کا اختیار کرنا چاہیے۔ قیمتی ہونے کی وجہ سے تم کو
خود اُس کی حفاظت کا خیال رہیگا۔ اور چونکہ مضبوط قسم کا ہی دیر تک چلیگا۔ اور رنگین ہونے
سے کم دُھلانا پڑے گا۔ اور بے دُھلائے بھی پر رونق رہیگا۔
کپڑے کو گرد و غبار اور ہر طرح کے میل سے بچانا چاہیے۔ چار جوڑے کپڑے بموجب رواج
ملک اور اپنی حالت کے موافق عمدہ طیار رکھنے چاہئیں کہ شادی بیاہ عید بقرعید میں جیسے
وقت پہن لیے جائیں۔ کپڑا ہمیشہ دھویا ہوا اور صاف پہننا چاہیے۔ میلا کپڑا کتنا ہی بیش قیمت
ہو۔ اُس سے صاف کپڑا زیادہ خوشنما اور پُر رونق[۵۳] ہوتا ہی۔ گو وہ بیش قیمت نہ ہو۔ اچھے کپڑے

---

[۵۱] حفاظت [۵۲] تنگ [۵۳] رونق دار

پہن کر غرور (گھمنڈ ۱۲) مت کرو بلکہ خدا کا شکر کرو کہ اُس نے اپنی مہربانی سے تم کو کپڑے پہنائے ہم سے اور تم سے ہزاروں آدمی ننگے یا پھٹے پُرانے پیوند لگائے پھرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے غریب بے نصیب جاڑوں میں سردی مرتے ہیں۔ اگر کوئی میلا پھٹا کپڑا پہنے ہو اُس کو ذلیل مت سمجھو نہ اُس سے نفرت کرو کوئی شخص اپنی خوشی سے ذلیل حالت میں نہیں ہے بلکہ یہ خدا کی حکمت ہے۔ اور ہزار شکر ہے کہ اُس کی حکمت نے ہم کو ایسی ذلیل حالت میں رکھنا پسند نہ کیا جس طرح غریب بھوکے کو کھانا دینا چاہیے اسی طرح پُرانا کپڑا غریب کو دے ڈالنا چاہیے لیکن نہ ایسا دینا جو لاحاصل ہو بلکہ ایسے سکت کا کپڑا دو جس کو کوئی غریب ہفتہ دو ہفتہ پہنے اور تم کو دعا دے۔
کپڑا پہن کر بار بار اپنے تئیں دیکھنا دلیل غرور کی ہے یا کپڑا پہن کر اکڑنا اور مٹک کر چلنا یا کپڑے کی کھڑ کھڑ پر خوش ہونا سب گناہ ہے۔ بلکہ کورے کپڑے کو دھلوا کر پہننا چاہیے تا اُس میں کلف باقی نہ رہے نہ کھڑ کھڑ ہو۔ لڑکوں کو چھ جوڑوں سے زیادہ کپڑا بنانا نہیں چاہیے کیونکہ لڑکوں کے بدن کو ماشاءاللہ[51] بالیدگی[52] رہتی ہے اور لڑکوں کے کپڑے جلد جلد تنگ ہو جاتے ہیں۔
صفائی کے بیان میں ہم نے لکھدیا ہے کہ انگرکھے کے دامن یا آستین سے ناک پونچھنا یا آستین و دامن یا بند کو چبانا یا ٹوپی اور دامن یا جیب میں کھانے کی کوئی چیز رکھنا بے تمیزی کی بات ہے سو تم ایسی احتیاط کرو کہ ایسی بے تمیزی کی کوئی حرکت تم سے سرزد نہ ہو۔ جب تم کپڑے کو میل و غبار سے بچاؤ گے تو ضرور پھٹنے سے بھی اُس کی احتیاط کرو گے۔ بہت کپڑے پھاڑنا بڑی شرارت[53] ہے اور جو لڑکے بہت کپڑے پھاڑتے ہیں ہم اُن کو پیار کرنا نہیں چاہتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کپڑا بڑے داموں کی چیز ہے۔ تم نقد روپے کی کیسی قدر کرتے ہو۔ پھر کیا وجہ کہ جو چیز روپے کے عوض حاصل ہوتی ہے اُس کی احتیاط نہ کرو

[51] جو ما شاء اللہ۔ واسطے نظر بد دور کرنے کے کہا جاتا ہے۔
[52] بڑھنا   [53] شوخی

کپڑا اگر پھٹ جائے فوراً اُس کو درست کرا لو ورنہ زیادہ پھٹتا جائیگا اور اگر پیوند لگانے سے درست ہو سکے تو اُس کے پہننے سے انکار مت کرو یہ بات خدا کو پسند نہیں ہی کہ کوئی آدمی غرور کرے اور اپنے تئیں بڑا اگر دانے۔

باورچی خانے میں لڑکے اکثر کپڑے جلایا کرتے ہیں اور ہمیشہ آگ کے پاس لڑکوں کو بیٹھنا خوفناک ہی۔ کئی مرتبہ لڑکے جل کر مر گئے ہیں۔ تم کو چولھے کے پاس جانے کی کچھ ضرورت نہیں نہ تم کھانا پکاتے نہ پکانے کی صلاح دیتے۔ اگر کھانا منظور ہی علیحدہ ادب اور سلیقہ سے لیکر کھاؤ۔ اور اگر تاپنے کا حیلہ ہی تو اُس سے یہ بہتر ہی کہ رضائی یا لحاف یا دھوپ میں بیٹھو۔ خبردار ہرگز چولھے کے پاس مت جاؤ ورنہ تم جانو جل جاؤ گے۔

جو لوگ اکثر میلے اور ناصاف کپڑے پہنے رہتے ہیں اُن کو یہ تصور ہوتا ہی کہ کپڑا بار بار دُھلانے اور صاف کرانے سے جلد پھٹتا ہی۔ پس دھوبی کی اجرت اور مزدوری کے علاوہ خود کپڑے کا بھی نقصان ہی۔ لیکن ایسا خیال کرنا غلط ہی۔ میل کپڑے کے حق میں تیزاب کا حکم رکھتا ہی اُس کو گلاتا اور کمزور کر دیتا ہی۔ اور صرف بہت میلے کپڑے ہی دھوبی کے یہاں پھٹتے ہیں۔ اس واسطے کہ اُن کا مدتوں کا جما ہوا میل نہیں چھوٹتا جب تک کپڑے کو خوب مَلا دَلا نہیں جاتا۔ جو کپڑا اکثر صاف رہیگا وہ زیادہ دیر تک چلیگا بہ نسبت اُس کپڑے کے جو ہمیشہ پسینے میں بھیگا اور میل اُس میں بھرا رہتا ہی۔

رنگین کپڑے مردوں کو پہننے بعض تو منع ہیں جیسے سُرخ گلابی وغیرہ اور بعض نازیبا[۱]۔ البتہ سبز اور سیاہ اور کاسنی اور سردئی اور بادامی اور ثقہ[۲] رنگ کا مضائقہ نہیں لیکن سفید رنگ سے زیادہ خوشنما اور سدابہار کوئی رنگ نہیں۔ بہتر ہی کہ گرمی میں ہمیشہ سفید کپڑے رکھو جاڑے میں بانات کسی صوفیانہ رنگ کی۔ گوٹہ[۳] پٹھک، طوئی، ٹھپا، گوکھرو، سلمہ، ستارہ مَردوں کو سب معیوب[۴] ہی۔ صرف قیطون یا کمخواب کی ہلکی سل کا مضائقہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ

[۱] نامناسب [۲] وہ رنگ جس کو بھلے آدمی پہنتے ہیں [۳] گوٹہ پٹھک وغیرہ سے یہ مُراد ہی کہ زرین کا کام کسی قسم کا چمکدار [۴] عیب دار

لباس میں سیدھی سادی وضع اختیار کرو جیسے کہ پُرانے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ آج کل کے جوان نوعمر لڑکوں نے جو بانکپن کی اداؔ نکالی ہے شریف ادمیوں کو اُس کا اختیار کرنا اچھا نہیں ہے۔ قاعدہ ہے کہ ظاہری وضع آدمی کے دلی خیالات پر دلالت کیا کرتی ہے۔ پس اگر تم اپنی وضع ظاہر درست نہ رکھو گے تو اُس کے صاف یہ معنی ہیں کہ تم خود اپنا عیب ظاہر اور پردہ فاش کرتے ہو۔ پس تم نے لباس بد وضعی کیا اختیار کیا گویا اپنی غلط فہمی سے عیب گو کو اپنا دوست سمجھا۔

گفتگو یعنی بات چیت

اگر غور کرو تو بولنا اور بات کرنا اتنا ضرور نہیں جتنا کہ ہم لوگ رات دن بلا ضرورت اور بے حاجت بکا کرتے ہیں۔ پس بے ضرورت بات کرنا شیوہؔ عقلمندوں کا نہیں۔ کوئی پوچھے تو جواب دو تم کو خود حاجت ہو تو بولو اور کہو۔ اس سے زیادہ بولنا بیفائدہ بکنا ہے۔ گفتگو میں چغلی اور غیبت یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا یا بدی کے ساتھ اُس کا تذکرنا اور جھوٹ بولنا یا فحش یعنی لچی بات یا گالی بکنا پرلے درجے کے عیب ہیں بہت احتیاط کرو کہ تمہاری گفتگو ان عیبوں سے پاک ہو ورنہ ایسے آدمی کو بدزبان اور بیہودہ کہتے ہیں بعض لوگوں کو تکیہ کلام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ لوگ مونھ پر لحاظ کے سبب کچھ نہیں کہتے پیٹھ پیچھے ہنسی اُڑایا کرتے ہیں۔ ان دنوں لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام کر لیا ہے لیکن غضب ہے یہ کہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے جس کو دیکھو بے واللہ کے ایک لفظ نہیں بولتا۔ ان کم بختوں کو بات بات میں خدا کا نام لینے سے بھی باک نہیں قسم کو تکیہ کلام کرنا تو درکنار مطلق قسم ہی بے ضرورت کھانا عیب ہے۔ قسم بے اعتباری کا تمغہ ہے۔ اسواسطے کہ اگر قسم کھانے والا اپنی بات کو لائق پذیرائی جانتا تو قسم کیوں کھاتا اور اس دشمنِ عقل کو اتنا خیال نہیں کہ جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا کب اعتبار ہوگا۔ جو بات

لہ انداز ؔ نوعمر ؔ طریقہ۔ دستور۔ طور ؔ وہ بات جو کہ انسان گفتگو میں بے قصد بار بار کہے ؔ خدا کی قسم ؔ ڈر۔ خوف ؔ ایک طرف ؔ بالکل ؔ جو ٹپے کی شکل کا بطور انعام یا یادگار کسی کارگزاری کے دیا جاتا ہے اور یہاں مراد ہے علامت یا نشانی

کرو نرمی اور عاجزی اور آہستگی کے ساتھ کرو۔ سخت بات کہنا یا چلّا کر بولنا ہرگز نہیں چاہیئے اگر تم کو کسی پر غصہ بھی آئے تو بدزبانی مت کرو۔ ابے یا ابے یا تو کر کے بولنا بھی گالی کے برابر ہے۔ لوگ تم سے کم درجہ ہیں یہاں تک کہ اپنے نوکر اور خدمتگاروں سے بھی بھائی میاں اور جی کہکر بات کرنی چاہیئے تاکہ سب لوگ تم کو جی سے پیار کریں۔ جب کوئی تم کو پکارے تو اگر اپنا بزرگ یا بڑا ہے تو بہت ادب کے ساتھ جواب دو کہ حضرت حاضر ہوا یا ارشاد فرمایئے یا کیا حکم ہے۔ اور اگر اپنے سے کم درجہ ہے تو یوں جواب دینا چاہیئے۔ کیوں بھائی کیا کہتے ہو کیا کام ہے۔ لیکن پکارنے کا جواب ہاں ہیں ہے جیسا کہ اکثر لڑکے بولتے ہیں یہ بولی جانوروں میں سے گائے بیل کی بولی سے بہت ملتی ہے۔ پس نامناسب ہے کہ آدمی ہو کر جانوروں کی بولی بولو جب تم مردانے میں مردوں کو باتیں کرتے سنو تو اُن کی گفتگو پر غور کرو۔ کیونکہ بھلے مانس آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ سلام اور سلام کا جواب۔ مزاج پوچھنا اور مزاج پرسی کا جواب۔ عیادت[1]۔ اور تسلی[2] کا جواب اور تعزیت[3] اور مبارکباد اور کسی کے کلام پر جرح[4] اور اعتراض۔ اُس کی تردید[5] یا اُسکی تائید[6] اور خوشخبری[7] کا دینا یا خبر بدسُنانا اور مدح[8] و ذم[9] اور مباحثہ[10] مناظرہ اظہار علاقہ ادائے[11] شکریہ۔ درخواست[12] والتماس[13] عذر[14] ومعذرت۔ استعفا[15] اظہار اشتیاق[16]۔ شکوہ وشکایت[17] تاسف[18] بشاشت[19] اور ہر طرح کی بات چیت کس طرح پر ہوتی ہے اُن کے لفظ ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہیں۔ اور جب تم کو بھلے مانسوں سے گفتگو کا اتفاق ہو تو وہی لفظ بولو جو تم نے بھلے مانسوں کو بولتے سُنے۔ ہر چند درستی گفتگو کی بے علم نہیں ہو سکتی لیکن علم والوں اور پڑھے لکھوں کی گفتگو پر دھیان لگانے اور غور کرنے سے بیشک بہت بڑا

---

[1] بیمار پرسی [2] ماتم پرسی [3] زخم گھاؤ۔ مجازاً عیبی اعتراض [4] کسی بات میں عیب نکالنا [5] کسی کی بات کو رد کرنا [6] مدد کرنا [7] اچھی خبر سُنانا [8] تعریف [9] برائی [10] کسی سے بحث کرنا [11] شکریہ ادا کرنا۔ [12] خواہش۔ چاہنا [13] عرض [14] عذر۔ حیلہ۔ بہانہ [15] معافی مانگنا۔ مجازاً نوکری چھوڑنے کی درخواست کو بھی کہتے ہیں [16] شوق [17] گلہ [18] افسوس [19] خوشی

فائدہ ہوتا ہی۔ بے علم لوگ مزاج کو مجاز تشنج کو کوئی تشنجش کوئی منجز اور نسخے کو نخہ کہتے
ہیں اور اسی طرح سیکڑوں لفظ ہیں جن کو بے پڑھا آدمی صحیح نہیں بول سکتا پس تم کوشش
کرو کہ جلد جلد پڑھ لو تو تمھارا روزمرہ درست ہو جائے۔ یہ بولی جو ہم تم بولتے ہیں اردو کہلاتی
ہی۔ اور یہ بولی بہت پرانی نہیں ہی۔ پرانی بولی عربی ہی اور عرب کے ملک میں جہاں لوگ
حج کو جاتے ہیں اب تک عربی بولی جاتی ہی۔ اور عربی زبان میں علم کی ہزاروں کتابیں
ہیں۔ فارسی بھی بہت پرانی بولی ہی اور اس زبان میں بھی علم کی تو کم قصے کہانی کی بہت
کتابیں ہیں۔ فارسی بولی ایران میں بولی جاتی ہی۔ یہ ملک جس میں ہم رہتے ہیں ہندوستان
ہی۔ یہاں کی اصلی بولی سنسکرت تھی۔ پھر بھاکا بولنے لگے اکبر بادشاہ کے وقت میں
بہت بڑا لشکر دلی میں رہتا تھا۔ اُن میں عرب ہندوستان۔ ترکستان۔ فارس ہر
ملک کے آدمی نوکر تھے اور اپنے اپنے دیس کی بولی بولتے تھے۔ مدت تک سب ساتھ
رہے اور سب کی بولیاں گڈمڈ ہو کر یہ نئی بولی پیدا ہوئی جو اردو ہی اور ہم تم بولتے ہیں
پس اردو بولی اس ملک سے نکلی اس طول داستان سے مطلب یہ ہی کہ تم اس ملک
میں پیدا ہوئے اور اس ملک میں پرورش پاتے رہتے ہو بڑے افسوس کی بات ہی کہ
تمھاری زبان سے خود تمھارے ملک کی بولی کا کوئی نادرست لفظ نکلے پس غور کر کے اپنا
روزمرہ صحیح اور درست کر لو کہ تم سچے اہل زبان بن جاؤ۔

جب تک لڑکوں کی شادی نہ ہو جائے اُن کو غزل شعر اور گیت پڑھنا اور گانا نہیں چاہیے
بلکہ جہاں گانا ہو وہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا بھی اچھا نہیں۔ بھلے مانس اس کو ناپسند کرتے ہیں
ہرچند بولی ایک ہی لیکن مردوں اور عورتوں کے لب لہجہ میں بڑا فرق ہی۔ چونکہ تم مرد ہو
عورتوں کا لب لہجہ مت اختیار کرو اور جو شخص مرد ہو کر عورتوں کی طرح بولتا ہی وہ ہیجڑا
کہلاتا ہی۔ بلکہ عورتوں کی حرکات و انداز بھی مردوں کو اختیار کرنے نہیں چاہئیں تم جس طرح مردوں

۵۱ بول چال روزمرہ ۵۲ نظم ۵۳ جن میں عشق کی باتیں ہوں ۵۴ ... ۵۵ جو دوا سودا دم کرنیکے واسطے جلاب سے پیشتر ...

کا چال چلن دیکھو اُس کی بے کم و کاست[51] پیروی[52] کرو۔ بات صاف اور آہستہ سمجھا کر کہنی چاہیے۔ جلد ہرگز مت بولو۔

ادب

تم کو سمجھنا چاہیے کہ گو آدمی سب ایک طرح کے ہیں۔ دو کان، دو ہات، دو آنکھیں دو پاؤں، ایک ناک، ایک سر سب کے برابر ہیں۔ لیکن پھر بھی آدمیوں میں بہت بڑا فرق ہی۔ کوئی باپ ہی کوئی بیٹا۔ کوئی اُستاد ہی کوئی شاگرد۔ کوئی آقا[53] اور مالک ہی۔ کوئی نوکر اور خادم۔ کوئی مولوی اور جاہل۔ کوئی حاکم۔ کوئی طبیب[54]۔ کوئی دُکاندار۔ کوئی مزدور ہیں اگر سب آدمی درجے میں برابر ہوں تو دنیا کا انتظام[55] ٹوٹ جائے۔ اس واسطے ہر ایک کے واسطے خاص درجے اور خاص رُتبے مقرر ہیں۔ بیٹے کو باپ کا اور شاگرد کو اُستاد کا اور نوکر کو مالک کا اور رعایا کو حاکم کا اور بیمار کو طبیب کا حکم ماننا لازم اور واجب ہی۔ عمر اور رشتے اور ذات اور ہنر اور لیاقت اور دولت اور حکومت سے درجہ معلوم ہوتا ہی جس کی عمر زیادہ ہو یا جو رشتے میں بڑا ہو یا جو ذات میں شریف ہو جیسے مسلمانوں میں سید اور ہنود میں برہمن یا جس کو لیاقت زیادہ ہو جیسے مولوی اور پنڈت یا جو دولتمند یا حاکم ہو سب قابل ادب ہیں۔

اگر تم ادب کرتے ہو تو مت سمجھو کہ یہ بھی دنیا کی ایک رسم ادا کرتے ہیں اور اگر ادب نہ بھی کریں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ خبردار ایسی بات ذہن میں مت آنے دو۔ ادب نہ کرنے میں سراسر تمھارا زیان[56] ہی۔ جس کا تم نے ادب کیا جھک کر سلام کرنے یا مؤدب[57] ہو کر بیٹھ جانے سے تم نے اُس کو کیا دیدیا۔ لیکن تم نے ایک سلام میں بڑا فائدہ حاصل کیا جس کا تم ادب کرو گے ضرور وہ تم سے خوش ہو گا اور اُس کا جی چاہے گا کہ تمکو کچھ نفع پہونچائے

[51] جس میں کمی نہ ہے [52] نقل [53] مالک [54] حکیم [55] بندوبست [56] نقصان [57] با ادب

استاد کا ادب کرو تو جی لگا کر اور سمجھا کر سبق دیگا۔ جب بھولوگے خوشی سے بتائے گا۔ ماں باپ
کا ادب کرو تو دیکھو کیسے کیسے چین تم کو کراتے ہیں۔ جو مانگا سو موجود۔ جو کہا سو حاضر۔ حاکم کا ادب
کرو تو عزت سے پاس بٹھائے گا۔ ہر بات میں تمھاری رعایت کرتا رہیگا۔ اب ادب نہ کرنے والوں
کی حالت پر نظر کرو۔ بے ادب شاگرد کو اُستاد بے دلی سے پڑھاتا ہی۔ بھولا ہوا پوچھتا ہی تو
بتانے میں دریغ کرتا ہی اور کہتا ہی کیوں بے ایک دفعہ کا بتایا ہوا یاد نہیں رکھتا۔ اُٹھ کان پکڑ کر
کھڑا ہو بے ادب بیٹا ماں سے کچھ چیز مانگتا ہی تو ماں کہتی ہی موے تیرے نام کو جلتا ہوا انگارا
جان مار تو نے خوب جلایا ہی۔ باپ کو آنے دے تو دیکھ کیسا ٹھیک بنواتی ہوں۔ بے ادب
جب حاکم کے دربار میں جاتا ہی تو چپراسی الگ دھکے دیتے ہیں۔ مذکوری الگ کان پکڑتے
ہیں۔ ادب صرف حکم ماننا نہیں ہی اگر تم باپ کا حکم مانو تو تم نے باپ کا ادب پورا نہیں کیا بلکہ
ادب میں حکم ماننے کے علاوہ دل سے اطاعت اور دل سے تعظیم یعنی بڑائی کرنا اور لحاظ ضرور
ہی۔ تم پر جس جس کا ادب لازم ہی اُن کو خوب جھک کر سلام کیا کرو جہاں تک ہو سکے اُن کی
خدمت کرو اُن کے سامنے بدلحاظی کی کوئی بات مت کرو یہاں تک کہ نشست و برخاست
میں بھی اتنا خیال کرو کہ اُن کی طرف پشت مت ہونے دو اُن سے اونچے مت بیٹھو۔ اُن کی
طرف پاؤں مت کرو۔ اُن سے آگے مت چلو۔ اُن سے بات میں رد و کد مت کرو اُن کے سامنے
بہت مت بولو۔ اور بہت مت ہنسو۔ اُن سے آنکھ مت ملاؤ۔ اُن کا نام نہ لو۔ ہر چند کوئی
پوچھے اور جو ضرورۃً لو بھی تو بہت ادب کے ساتھ۔ نام سے پہلے لفظ جناب اور نام کے بعد
صاحب لگا کر لو۔ جب تم اتنی باتیں کروگے تو ادب والے پیارے بیٹے کہلاؤ گے جو لڑکے
اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتے دنیا میں ہمیشہ کے واسطے ذلیل و خوار رہیں گے۔ کیسے
کمبخت ہوتے ہیں وہ بیٹے جو ماؤں کو جواب دیتے ہیں اور اُن کی تعظیم نہیں کرتے۔ بہتر تھا
کہ بجائے ایسی ناہموار[1] اولاد کے سانپ پیدا ہوتے یا عورت بانجھ[2] ہوتی اور ایسی ناشدنی[3]

[1] جو برابر نہ ہو۔ بے لحاظ یعنی بے ادب ۱۲ [2] اُس عورت کو کہتے ہیں جسکے بچے نہ ہوتے ہوں [3] بے نصیب جس سے پیدا ہو کچھ ہوگا

اولاد دنیا میں نہ پیدا ہوتی۔ تم ماں باپ کی قدر نہیں جانوگے جب تک خود باپ[1] ہوگے اور
جب تک وہ وقت آئے تب تک بہت کم اُمید ہے کہ ماں باپ تم سے ادب کرانے کے
لیے زندہ رہیں۔ پس اس فرض کے ادا کرنے میں ہرگز وقت ضائع نہ کرو۔

صحبت

یہ مثل تو تم نے سُنی ہوگی کہ خربزہ کو دیکھ کر خربزہ رنگ پکڑتا ہے۔ لیکن مطلب پر شاید غور
نہ کیا ہو تو اب اس کو سوچو کہ دیکھ کر رنگ پکڑنا کیا بات ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے لوگوں
کے پاس اُٹھو بیٹھو گے اُن ہی کی سی عادت سیکھو گے۔ کھجلی، خدام یعنی کوڑھ، ہیضہ وبائی
مرض کئی بیماریاں پاس بیٹھنے سے لگ جاتی ہیں اسی طرح عادت بھی اُڑ کر لگتی ہے۔ صحبت کا اثر
مشہور بات ہے۔ پس اگر تم کو منظور ہے کہ ہماری عادت اچھی ہو تو تم اچھے لوگوں کی صحبت
میں بیٹھو۔ شاید تم جی میں کہو کہ اچھے لوگ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں میں اُن کے پاس بیٹھنے
سے گھبراتا ہوں۔ بے شک عذر معقول ہے۔ لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بڑوں کے سر پر ہر وقت
سوار رہو۔ دن میں دو چار گھڑی بڑوں کے پاس حاضر رہنا بھی فائدے سے خالی نہیں
البتہ تمہارا جی اپنے ہم عمروں میں بہلتا ہوگا جو ہر وقت تمہارے ساتھ کھیلتے ہیں اور جن سے
کسی طرح کا لحاظ اور تکلف نہیں ہے۔ بس ہمارا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم عمر تو تمام محلے میں صدہا[2]
لڑکے ہیں کن لڑکوں کے ساتھ تم کو کھیلنا چاہیئے۔ کمینوں اور ذلیلوں اور بازاری
لڑکوں کے ساتھ ہرگز مت کھیلو۔ ایسے لڑکے اپنے ماں باپ سے تعلیم پاتے ہیں۔ نہ گالی
بکنے سے باک ہے نہ بُچی بات کہنے سے اور ہمیشہ ایسے لڑکوں میں چوری اور جھوٹ اور بیحیائی
کی عادت ہوتی ہے۔ یہ کھیل بھی کھیلیں گے تو جُوا یا جانوروں کا لڑانا یا کنکوا اُڑانا یا گولی نچانا
ایسے لڑکوں میں اگر تم رہوگے تو تم بھی ان ہی کی سی عادت سیکھو گے ہم تم کو کھیلنے سے

[1] موجود [2] سیکڑوں

منع نہیں کرتے۔ لڑکوں کو تھوڑی دیر کھیلنا بھی چاہیئے۔ لیکن کھیل بھی طور ٹھکانے کا
کھیلو۔ بعض کھیل تو ایسے بُرے ہیں کہ کھیلنا تو درکنار نام لینا بھی ناجائز ہی۔ مثلاً جُوا
جو کوڑیوں اور پیسوں سے کھیلتے ہیں پتنگ اُڑانا بھی ایک طرح کا شہدا پن ہی۔ جانوروں
کا پالنا بڑی بیرحمی اور سنگدلی کی بات ہی اور بڑا گناہ ہی۔ نام تو جانور کا پالنا ہی لیکن
حقیقت میں جانور کا مار ڈالنا ہی۔ خدائے تعالےٰ نے ہر جاندار کے لیے ایک خاص جگہ
مقرر کردی ہی۔ مچھلی، مرغابی، بط، مگر وغیرہ پانی میں رہتے ہیں۔ آدمی، گھوڑا
گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ زمین پر خشکی میں اور فاختہ، مینا، لعل، طوطے،
بلبل، کبوتر وغیرہ درختوں پر ہوا میں۔ اب تم کو کوئی زبردستی قید کرکے دریا میں
ڈبوئے رکھے یا درخت پر باندھ دے تو بتاؤ تم دریا میں یا درخت پر خوش رہو گے یا ناخوش
ہم تو جانتے ہیں تم کو زمین اور تخت اور چارپائی اور کرسی پر زیادہ آرام ہی دریا میں
تھوڑی دیر کے بعد آدمی کا دم نکل جائے۔ درخت پر ہر دم یہ خوف کہ اب گرے اور
ہات پاؤں ٹوٹا۔ اسی طرح مچھلی کو خشکی میں رکھو تھوڑی دیر میں تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔
بعینہ[۵۱] یہی تکلیف پنجرے میں اور جانوروں کو بھی ہوتی ہی جن کو تم بے رحمی سے قید کرتے
ہو اُن کو بال بچوں سے چھڑاتے ہو اور اُن کا آب[۵۳] و دانہ[۵۳] اپنے اختیار[۵۴] میں
رکھتے ہو۔ لیکن بے چارے بے زبان کس سے فریاد کریں۔ قید میں پڑے پڑے
گھلتے ہیں لیکن خدا جو بے زبانوں کی فریاد سنتا ہی وہ یہ ظلم دیکھ رہا ہی نہیں معلوم
عاقبت[۵۵] میں کیا بازپرس ہوگی۔ تم کو تو کھیل ہی اور جانور بے چاروں کو موت۔ ان سے
بڑھ کر کوئی مرغ لڑاتا ہی۔ کوئی مینڈھوں سے ٹکر کھلاتا ہی۔ کوئی بٹیروں اور بلبلوں اور
تیتروں میں کشتی کراتا ہی۔ جانوروں کا خون ہوتا ہے اور سنگدلوں کو ہنسی اور کھیل
ہی۔ پنجروں کے جانوروں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہی۔ یقین نہ ہو تو آزما لو۔ کوا تین

---

۵۱ بے رحمی ۵۲ ہوبہو ۵۳ دانہ پانی ۵۴ قبضہ ۵۵ آخرت

برس تک جیتا ہی۔ تم کو اس آزمائش کے لیے چاہیئے کہ ایک کوّے کو پکڑ کر قفس[51] میں بند کرو شاید تین ہفتے بھی زندہ نہ رہے گا۔ اگر ایسے کھیل کھیلنے کو تمھارا دل چاہے تو تم آدمی نہیں۔ بلکہ قصائی ہو۔ تمھارے دل میں رحم اور ترس نہیں تم سے ڈرنا چاہیئے شاید تم کسی کو کاٹ بھی کھاؤ گے۔

گنجفہ، شطرنج، چوسر[52] یہ سب کھیل ابھی تم کو نہیں آسکتے۔ ان کے کھیلنے کو عقل چاہیے لیکن جس کسی کو لڑکپن میں ان کھیلوں کی لت پڑ جاتی ہی وہ علم و ہنر سے بے بہرہ اور کمال حاصل کرنے سے بے نصیب[53] رہ جاتا ہی۔ کبڈی، گیند بلّا، گلی ڈنڈا، آنکھ مچولی وغیرہ اس قسم کے کھیل کھیلنے کا مضایقہ نہیں لیکن اس شرط سے کہ گلی کوچے میں نہ ہو۔ اور ذلیل لڑکوں کے ساتھ نہ ہو اور دو گھڑی سے زیادہ نہ ہو وہ بھی فرصت کے وقت مثلاً شام کو جب کہ لکھنے پڑھنے سے فراغت ہو سبق یاد ہو گیا ہو اور کوئی کام کرنے کو باقی نہ ہو۔ لڑکے کھیل میں اکثر نقلیں کیا کرتے ہیں۔ نقل بھی کرو تو اونچے آدمی کی نہ یہ کہ کہار بنو اور ڈولی اٹھاؤ یا گاڑی بان بنو اور گاڑی چلاؤ۔ الغرض کھیل میں حوصلہ بلند اور ہمت بڑھی ہوئی اور طبیعت چالاک رہے۔ بادشاہ بنو، کوتوال بنو، سرداری کی بات ہات سے جانے نہ دو۔ اسی طرح خدا نقل سے اصل بھی کر دے گا۔ کھیل واسطے تفریح طبع کے ہی۔ کوئی ضروری کام نہیں ہی۔ پس کھیل میں ایسا مصروف ہونا کہ تمام دن کھیلتے رہو لکھنے پڑھنے کا ہرج کرو کسی طرح جائز نہیں۔ بعض کھیل خاص لڑکیوں کے ہیں جیسے گڑیاں کھیلنا وہ لڑکوں کو نہیں کھیلنے چاہئیں۔ بلکہ لڑکوں کو لڑکیوں میں بیٹھنا یا اُن کے کھیل میں شریک ہونا بھی اچھا نہیں گو اپنی بہنیں اور کنبہ کی لڑکیاں ہوں جیسے لڑکوں کے ساتھ تم کو کھیلنے کی اجازت دی گئی یعنی عزت دار بھلے مانسوں کے بیٹے اور اشراف زادے

---

[51] پنجرہ [52] گنجفہ شطرنج چوسر۔ یہ ایک قسم کے کھیل ہیں اور ان کی تشریح اس لیے نہیں کی جاتی کہ ایسا نہ ہو لڑکے دیکھیں [53] بے نصیب

اگر ایسے لڑکے تم کو میسر نہ آئیں تو کسی طرح گھر میں جی بہلا لیا کرو۔ پاجی لڑکوں کے پاس تم گئے اور پاجی ہوئے۔ مکتب یا مدرسے میں بھی صرف اُن ہی لڑکوں کے ساتھ دوستی اور محبت کرنی چاہیے جو عزت دار اور اونچے خاندان کے ہیں۔

عقل

عقل تو آدمی میں خدا پیدا کرتا ہی لیکن لڑکپن میں عقل درست نہیں ہوتی۔ جب آدمی خوب لکھ پڑھ لیتا ہی اور دنیا کا نیک[1] و بد گرم[2] و سرد بار بار آزماتا ہی تب کہیں تیس یا چالیس برس کی عمر میں کمال عقل حاصل ہوتا ہی۔ بالفعل[3] تمھارے سمجھنے کو ایک بہت موٹی بات کہی جاتی ہے وہ یہ کہ تم غور کرو تمھارے ماں باپ نانا اور ماموں وغیرہ جو رشتے میں بزرگ ہوتے ہیں تمھارے دوست ہیں یا دشمن۔ اگر تم کو یہ لوگ پیار کرتے ہیں تم کو ہر طرح کا آرام دینا چاہتے ہیں۔ اچھا کھانا اور اچھا کپڑا خود نہیں کھاتے اور پہنتے بلکہ تم کو کھلاتے اور پہناتے ہیں تو دوستی ہی ورنہ دشمنی۔ اگر تم ان لوگوں کو دشمن تجویز کرو تو بڑے درجے کی نادانی اور احسان فراموشی[4] ہی اور یہ تجویز تمام دنیا کی تجویز سے مخالف ہی۔ یہ لوگ تو آدمی ہیں جانور تک تو اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ پس مجبور[5] ہو کر تم کو ماننا پڑے گا کہ یہ سب تمھارے دوست اور سچے دلی دوست تمھاری بہتری کے خواہاں تمھارے آرام کے طالب ہیں اور پھر یہ بھی تم کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ان لوگوں میں تم سے زیادہ عقل ہی۔ یہ لوگ بہ نسبت تمھارے بہت پہلے سے دنیا میں ہیں بہت سے آرام دیکھ چکے ہیں۔ بہت سی تکلیفیں اُٹھائے بیٹھے ہیں۔ بہت کچھ پڑھا اور دیکھا ہی۔ پس ایسی حالت میں تم کو چاہیے کہ اپنے تئیں بزرگوں کے ہات میں اس طرح چھوڑ دو جیسے بیمار اپنے تئیں طبیب کے ہات میں چھوڑ دیتا ہے جب طبیب نے بیمار کو نسخہ لکھ دیا تو بیمار یہ نہیں پوچھتا کہ اس میں کیا[6] تو بخار اسپر دہی اور مجھ کو کھانسی ہی

[1] اچھا بُرا [2] مراد یہ ہی کہ بھلی بُری سب طرح کی باتیں [3] ابھی [4] احسان بھول جانا [5] عاجز و ناچار

نقصان کریگا۔ یا جُلاب میں املتاس تلخ[51] اور ہیک دار ہی مجھ سے نہیں پیا جائے گا۔ یا مونگ کی اُبالی کھچڑی میرے حلق سے نہیں اُترتی۔ بلکہ جو طبیب کہتا ہی وہ کرتا ہی اور آخر کو اچھا ہو جاتا ہی۔ اسی طرح بزرگ جو نصیحت تم کو کریں حرف بحرف اُس کی تعمیل کرو۔ کسی چیز یا کام کو منع کریں مت کرو۔ کوئی کام کرنے کو کہیں ضرور کرو اگرچہ اُس کی وجہ نہ معلوم ہو سکے۔ ابھی تمھاری عقل خام ہی کسی طرح سے قابلِ اعتماد[52] نہیں۔ تمھارا نیک و بد تمھارے بزرگ خوب سمجھتے ہیں جیسے بیمار کا بھلا طبیب خوب پہچانتا ہی۔ لیکن اگر بیمار کو بتائیں املتاس اور وہ پیئے گلقند سیوتی اور کہیں کھچڑی، کھائے کباب یا پلاؤ۔ اور تجویز کریں فاقہ اور وہ حلق تک کھانا ٹھونس لے تو وہ بیمار کبھی اچھا نہ ہوگا۔ اسی طرح لڑکے کو کہیں کہ پڑھو اور وہ کھیلے اور کہیں کہ گھر میں شوخی مت کرو اور وہ برتن پھوڑنے لگے اور لڑائی کو منع کریں اور وہ مقابلہ کرے اور جواب دے تو ایسا لڑکا انجام کو دنیا میں کبھی آرام سے نہ رہیگا۔ جو تم کو کہا جائے دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں سمجھ لو کہ یقیناً تمھارے فائدے کی بات ہی اور اگر تمھارے فائدے کی بات نہ ہوتی تو نہ کہی جاتی۔

موافقت

گھر میں اپنے بھائی بہنوں سے کبھی مت لڑو۔ آپس میں لڑنا بہت بُری بات ہی۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر مہربانی اور شفقت[53] یہ دو باتیں جو شخص کرے گا اُس کو کبھی کسی سے لڑنے کا اتفاق نہ ہوگا۔ چھوٹے چھوٹے بھائی بہنوں میں اکثر لڑائی کھانے کپڑے رُپے پیسے کی بانٹ پر ہوا کرتی ہی۔ دیکھو نہایت شرم اور پست ہمتی کی بات ہی۔ کھانے کے واسطے لڑنا جو تم کو دیا جائے سب مل کر کھا لو۔ بلکہ کیسی اچھی بات ہی کہ اپنے بھائی بہن کھائیں اپنے حصے میں سے بھائی بہنوں کو بانٹ دیا کرو۔ جو لڑکے سیر چشم[54] بلند حوصلہ عالی ہمت ہونہار ہیں اُن کا دل

۵۱ ایک قسم کی بد بو ۵۲ بھروسہ۔ اعتبار ۵۳ مہربانی۔ پیار ۵۴ آسودہ اور جس کی نیت بھری ہو۔

اُنہیں کھانے سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ اپنے بھائی بہنوں کے کھانے سے۔ تم سب بھائی بہن اس طرح ملے جلے رہو کہ گویا ایک جان ہیں۔ اگر کسی وقت چھوٹا بھائی تکرار بھی کرے اور تمھارے خلافِ مزاج اُس سے کوئی حرکت سرزد ہو[1] درگزر[2] کرو۔ تم سے چھوٹا ہی اُس میں عقل نہیں ہی۔ بات کو خوب نہیں سمجھتا۔ نہیں گو تم سے بڑی ہیں لیکن آخر سب میں بڑے بھائی تم ہو اور آدمی بڑا نہیں ہوتا اس واسطے کہ سب سے زیادہ کھائے اور سب سے زیادہ حصہ لے۔ بلکہ وہی بڑا ہی جو اوروں کو دیتا اور کھلاتا ہی۔

صحت اور مرض[3]

ایک صحت ہزار نعمت ہی۔ تندرستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہی۔ بس تندرست رہنا بس غنیمت ہی۔ بیماری ایک طرح کا عذاب[4] ہی جو تکلیف کے علاوہ آدمی کے سب کام بند کر دیتی ہی۔ اگر بیماری کا رنج کسی کو ہو تو دنیا کے تمام عیش و آرام اُس کی نظروں میں ہیچ[6] ہو جاتے ہیں۔ نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہی نہ کھانا مزے کا معلوم ہوتا ہی نہ کسی شغل میں جی بہلتا ہی۔ واضح ہو کہ بیماری موت کا پیام ہی۔ موت بے بیماری کے بہت کم ہوتی ہی۔ اور جب بیماری سخت اور عرصۂ دراز[7] کی ہو جاتی ہی تو اکثر انجام[8] کو موت ہی۔ پس بیماری سے زیادہ انسان کا کوئی دشمن نہیں جہاں تک ہو سکے اس دشمن سے بچو اور اس دشمن کو اپنے پاس مت آنے دو۔ اب تم پوچھو گے کہ بیماری کو کوئی شخص اپنی خواہش سے بھی بلاتا ہی سب دُکھ سُکھ خدا کی طرف سے ہیں۔ اگر بیماری کی تکلیف تقدیر[9] میں بدی ہی تو کس کے ٹالے ٹلتی ہی۔ اس سے بچنا کس کے اختیار میں ہی اور اگر بیمار رہنا نا اختیاری بات ہوتی تو دُنیا میں کوئی بیمار رہتا۔ شاد باش۔ بات تو معقول پوچھی لیکن سمجھو کہ بدن میں کوئی دُکھ پیدا ہو اصل اُس کی

---

[1] واقع ہو [2] چھوڑ دو۔ معاف کرد [3] تندرستی اور بیماری [4] بیماری [5] دُکھ [6] ناچیز بے کام جسکی کچھ حقیقت نہو [7] مدتوں کی [8] آخر کار [9] قسمت کا لکھا۔

پیٹ کا فساد ہی لوگ پیٹ کی خبرگیری اچھی طرح نہیں کرتے۔ اس وجہ سے بیمار ہوتے ہیں اگر نقصان
کرنیوالی کوئی چیز کھالو تو اُس کا نقصان فوراً معلوم نہیں ہوگا اس دھوکے میں لوگ پڑے ہیں۔
لیکن زندگی کی اصل پیٹ ہی۔ کھانا پانی اول پیٹ میں جاتا اور وہاں ہضم ہوتا یعنی پکتا اور گلتا
ہی۔ اور اُسکا عمدہ عرق جگر میں جاکر خون بنتا ہی اور پھوک انتڑیوں کی راہ نکلجاتا ہی۔ خون جو
جگر میں بنتا ہی اُسکے ساتھ بلغم، سودا، صفرا پیدا ہوتا ہی۔ بلغم ادھ کچرا خون ہوتا ہی۔ سودا
تلچھٹ جو جل کر نیچے بیٹھ جاتا ہی اور صفرا اُبال جو جوش کھاکر اوپر آجاتا ہی یہ چار چیزیں خون
بلغم، سودا، صفرا چار خلط بولے جاتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کو حد سے بڑھ کر زیادتی
ہوئی یا اُن میں فساد ہوا بیماری پیدا ہوگی۔ خون کی زیادتی سے پھوڑا پھنسی نکسیر کھجلی ہوتی
ہی۔ بلغم سے کھانسی، نزلہ، زکام وغیرہ صفرا سے پت اور تپ در دسر وغیرہ۔ سودا سے خفقان۔
مراق وغیرہ پانی بھی پیٹ میں جاتا ہی لیکن اُس کا فضلہ جگر سے ہوکر گردوں کی راہ مثانے
میں پیشاب بن کر نکلتا ہی۔ پس غذا میں احتیاط کرنا واسطے حفظ صحت کے ضرور ہی۔ بھوک
سے زیادہ مت کھاؤ کھانے کا وقت مت بدلو بلکہ مقرر کر رکھو۔ جب تک بھوک خوب
نہ معلوم ہو کھانے کا قصد مت کرو ذرا سی گرانی معدے میں ہو تو فاقہ کرو۔ بے وقت کوئی
نعمت مت کھاؤ۔ اناپ شناپ پیٹ میں کھانا ٹھونسنا بیماری ہی۔
جو کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہونے پاتا اُس سے ناقص خون ناقص درجے کا بلغم پیدا ہوتا ہی
اور طرح طرح کی بیماریاں آکر گھیرتی ہیں۔ لڑکے اسی واسطے جلد جلد بیمار ہوا کرتے ہیں کہ کھانے
میں احتیاط نہیں کرتے۔ دن بھر بکری کی طرح اُن کا مونھ چلتا ہی۔ دسترخوان پر بیٹھے ہیں تو
جانتے ہیں کہ تو شک پر بیٹھے ہیں اسی پر سوئیں گے۔ اُٹھنے کا نام نہیں لیتے کھٹی ڈکاریں آتی

ا نچوڑ پسینا ۲ کف ۳ بخار ۴ دل کا اُلٹ جانا ۵ یہ عارضہ بھی قریب قریب خفقان کے ہی ۶ پھوک۔ بھڑاس ۷ چکنا
۸ تندرستی ۹ بوجھ ۱۰ پیٹ میں تھیلی جس میں غذا رہتی ہی ۱۱ یعنی غذا جو پیٹ میں جاکر ہضم ہوتی یعنی پکتی ہی اُس سے جو ٹھیک پکی تو
خون بنا اور جو وہ کچری رہی اُس سے بلغم بنا اور جو زیادہ پک گئی یعنی جل گئی اُس سے سودا اور صفرا یعنی پت وہ غذا کے تر مرے ۱۲۔

آتی ہیں اور ڈکار کے ساتھ کھانا مُونھ میں آجاتا ہے اور کھائے جاتے ہیں۔ ابھی پیٹ بھر کر اُٹھے ہیں اور پھر آموجود ہوئے۔ اِبالی روٹی، سنگھاڑے، ککڑی، جھڑبیری کے بیر، پھلیاں، چنے، بلا بدتر جو ملا سب چٹ۔ پھر بیمار نہوں تو تعجب اور جب بیمار پڑتے ہیں تو مصیبت یہ کہ نہ دوا پیتے ہیں نہ لگاتے ہیں۔ رونا ہے اور ہائے ہائے کرنا۔ اور خوب سمجھ رکھو کہ جب بیماری آچکی بے دوا کیے نہیں ٹلے گی۔ بس اگر خدانخواستہ[1] بیمار ہو جاؤ فوراً دوا شروع کردو۔ اور دل کو مضبوط کر آنکھ میچ پی جاؤ سب کہیں گے واہ واہ شاد باش شاد باش بھائی کیا اچھا بیٹا ہے پھر تم کو مُونھ میٹھا کرنے کو مصری ملے گی۔ پان ملیگا جس سے مُونھ لال لال ہو جائیگا۔ اور جو دوا خوشی سے نہ پیو گے آخر پچھاڑے جاؤ گے۔ کوئی چمچہ مونھ میں دیگا کوئی ڈوئی لے کر دوڑیگا کوئی پنکھے کی ڈنڈی لائیگا۔ اس خرابی سے دوا پی تو کیا۔ دوا کی دوا پی اور ناحق بُرے بنے پھر مصری کہاں اور پان کیسا۔ روتے کو الگ بٹھا دیا۔ آخر جھک مار کر چپ ہو رہو گے جتنی ضد تم دوا پینے میں کرو گے بیماری بڑھتی جائے گی۔ اور ایک دن کی جگہ شاید ایک مہینے دوا پینی پڑے گی۔ دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضرور ہے۔ جو کھانا نقصان کرتا ہے تم تو نہیں سمجھتے پس جس جس چیز کو منع کریں ہرگز مت کھاؤ۔ ورنہ دوا نے جو نفع کیا وہ بدپرہیزی نے سب باطل[2] کر دیا ناحق دوا کے دام بھی اکارت[3] گئے اور تم نے بے فائدہ اُس کے استعمال کی تکلیف بھی اٹھائی۔ جب اچھے ہو جاؤ گے تو اس کے بدلے کی خوب خوب چیزیں تم کو ملینگی تم کھاؤ گے اور کہو گے آہا کیا مزے کا قلاقند ہے کیسی میٹھی لوزات ہیں۔ ہر ایک آدمی کو تھوڑی سی ریاضت[4] و محنت بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب ہضم ہو۔ سو تم دن بھر خوب دوڑتے ہو رہا سو کافی ہے۔ لیکن کھانے کے بعد تھوڑی دیر آہستہ آہستہ ٹہلنا بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب پیٹ میں اُتر جائے۔ گرمی کے دنوں میں دھوپ کے وقت باہر پھرنا گویا زبردستی بخار کو بلانا ہے۔ جب دھوپ تیز ہونی شروع ہو اور سموم جس کو لو بولتے ہیں چلنے لگے مکان کے اندر ٹھنڈی[5] جگہ میں بیٹھ رہو

---

[1] خدا نہ چاہے [2] جھوٹ۔ غلط۔ مراد ای معنی اکارت [3] محنت و مشقت جو ہاتھ پیروں سے کی جائے [5] اس کی جگہ

بدبو اور دھواں اور گرد اور نمی اور بند ہوا پانچ چیزیں تندرستی کے لیے زہر ہیں۔ پس بدبو کے
پاس صرف بقدر ضرورت بسنے کا مضائقہ نہیں باقی اس سے الگ رہنا چاہیے۔ اسی طرح
دھواں بھی ضرر کرتا ہے۔ اور گرد و غبار بھی موجب نقصان ہے۔ نمی بہت بُری چیز ہے بھیگا ہوا
کپڑا اوڑھے رہنا یا بھیگے یا سیلے ہوئے مکان میں بیٹھنا ضرور بیماری کا باعث ہوتا ہے
شبنم یعنی اُوس اسی لیے مضر[۵۱] ہے کہ اُس سے کپڑے سیلتے ہیں۔ چھڑکاؤ کھلی ہوئی جگہ میں مضائقہ
نہیں جیسے صحن یا کھلی چھت۔ لیکن بند کوٹھری میں چھڑکاؤ مت ہونے دو دیکھو کیسی بھبک
چھڑکاؤ کے بعد اُٹھتی ہے۔ اگر مکان کھلا ہوتا ہے تو بخارات[۵۲] نکل جاتے ہیں لیکن بند مکان میں
گھُٹ کر رہ جاتے ہیں۔ پس ان بخارات کے ملنے سے ہوا خراب و زہریلی ہو جاتی ہے۔ برسات
کے دنوں میں نمی کا بچاؤ مشکل ہوتا ہے۔ جو مکان ٹپکتا ہو اور جس کی زمین نم ہو اُس میں رہنا اچھا
نہیں اور جب دھوپ نکلے بلا ضرورت بھی سب کپڑے خشک کرانے چاہئیں کیونکہ برسات
کی ہوا بھی مرطوب[۵۳] ہوتی ہے۔ اندر رکھے ہوئے کپڑے بھی سیل جاتے ہیں۔ نہانے کے بعد
فوراً تمام بدن کو کپڑے سے خشک کر لو اور وہ کپڑا الگ کر دو۔ سب سے بہتر ہے بالاخانے
پر رہنا۔ لیکن اگر بالاخانہ مکان میں نہ ہو کھُلے دالان میں۔ کوٹھری جس میں اسباب بھرا
ہوا ہے اور ہوا بند ہے اُس میں مت جاؤ۔ اُس کے اندر کی ہوا اچھی نہیں ہوتی۔ برتنوں کا
دھوون کبھی مکان میں نہ ڈالا جائے۔ علیحدہ دور پھینک دیا جائے۔ اس سے بھی بیماری پیدا
ہوتی ہے۔ ترکاری کے پتے مکان میں نہ پڑے رہیں ان میں بھی ایک طرح کا زہر ہوتا ہے۔
اور گھر میں کوڑا جمع رہنا بھی بہت بُرا ہے۔ ایک عادت نہایت درجہ بُری ہے وہ یہ کہ گرمی
کے دنوں میں رات کو تو اُس میں سوئے اور آخر شب جب ہوا خنک ہوتی ہے تو سردی کے
بچاؤ کے لیے اندر مکان میں جا پڑے۔ رات کی اُوبرا اور صبح کی بند ہوا دونوں زہر۔ شام
کا وقت بڑے شہروں میں ہمیشہ نہایت درجہ کا خراب وقت ہوتا ہے آدمی اپنی ضرورتوں کے

۵۱ نقصان پہنچانے والے ۵۲ زمین سے جو بخارات نکلتے ہیں ۵۳ گیلی سیلی

واسطے بکثرت بازاروں کو آتے جاتے ہیں اُن کی آمد و شد سے غبار بلند ہوتا ہی۔ اور دھواں
تو غٹ کے غٹ خدا کی پناہ ایسا کہ سانس لینا مشکل ہوتا ہی اگر تم کو شک ہو تو بعد مغرب
ذرا چوک تک جا دیکھو۔ گھر لوٹ کر آؤ گے تو مارے دھوئیں کے ناک سے الگ پانی بہتا
ہی آنکھوں میں مرچیں لگ رہی ہیں گویا دوزخ سے پھرے ایسے وقت شہر سے باہر ہوا اس قدر
صاف نہ دھواں نہ گرد۔ انگریز لوگ ہواخوری کو گھوڑوں اور بگھیوں پر سوار یا پیادہ نکلجاتے ہیں۔
صبح کی ہوا ہر موسم میں نہایت عمدہ صحت بخش روح افزا ہوتی ہی خصوصاً گرمی کے دنوں میں
لیکن ہندوستانی گھر گھسنے صبح و شام دونوں وقت اس نعمت خداداد سے محروم اسی واسطے
جس کو دیکھو پیٹ پکڑے پھرتا ہی۔ ماش کی دال کے دو دلنے کھاتے ہیں تو بدہضمی ہوتی ہی
بیسن کی پکوڑی چکھ لیتے ہیں تو نفخ ہوتا ہی۔ تیل کی کوئی چیز زبان پر رکھتے ہیں تو چھاتی جلتی ہی
کوئی ثقیل چیز کھا جاتے ہیں تو درد ہوتا ہی۔ اگر چلنے پھرنے کی عادت ہو صبح شام ایک ایک
گھنٹہ بھی جنگل کی ہوا کھائیں تو سو دوا کی ایک دوا ہی۔

انگریزوں کو تم نے دیکھا ہوگا کیسے توانا و قوی ہوتے ہیں۔

بچے دیکھو تو معلوم ہوں دس برس کے ہیں اور ہیں صرف پانچ برس کے۔ یہ سب ہوا
خوری اور محنت کے ہی چلنے پھرنے سے عرق آتا ہی اور جتنی رطوبت ناقص ہوتی ہی سب
پسینہ کی راہ نکلجاتی ہی۔ کھل کر بھوک لگتی ہی اور کھل کر اجابت ہوتی ہی۔ ہندوستانی لوگ جنھوں نے
محنت کا فائدہ سمجھا اور ہواخوری کو انگریزی رسم قرار دیا انھوں نے اور تدبیر نکالی۔ کوئی
ڈنڈ پیلتا ہی۔ کوئی مگدر یا لیزم ہلاتا ہی۔ کوئی کشتی لڑتا ہی کوئی بیٹھکیں لگاتا ہی۔ یہ بات بھی نفع
سے خالی نہیں دیکھو ڈنڈ پیل آدمی کیسے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی ریاضت اکثر
رذیلوں نے پیشہ کر لیا ہی۔ اکھاڑے بنا رکھے ہیں۔ اُن میں تمام دنیا کے بدوضع لڑکے جمع

ف۱ تن چلنے سے ف۲ آفتاب ڈوبنے کے بعد ف۳ پیدل ف۴ تندرستی بخشنے والا ف۵ مراد ہی زندگی بڑھانیوالا ف۶ وہ شخص جو ہمیشہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے ف۷ بے نصیب ف۸ پیٹ پھرجانا ف۹ طاقتور ف۱۰ پاخانہ ف۱۱ آلہ جس کو پہلوان ہلاتے ہیں

ہوتے ہیں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ ریاضت ضرور کرنا چاہیے لیکن صبح و شام پیادہ یا ہوا خوری سے بہتر کوئی اور ریاضت نہیں ہے۔ اگر تم ریاضت کو نا پسند کرو تو آسان نسخہ ہمیشہ تندرست رہنے کا یہ ہے کہ ہر وقت تھوڑی بھوک لگی رکھو خدا نے چاہا تو کبھی بیمار نہ پڑو گے۔

بڑی سخت بیماری

بیماری دو قسم کی ہے۔ ایک جسمانی یعنی بدن میں جو روگ یا دُکھ ہو جس کا ذکر تھوڑا سا اوپر بیان کیا گیا۔ اور دوسری روحانی یعنی دل میں جو روگ ہو۔ تم اُس بیماری کا نام سُنکر تعجب[۱] کرو گے کہ ہیں کیا دل میں روگ ہوتا ہے۔ سو یہ تعجب کی بات نہیں۔ کوئی دل روگ سے خالی نہیں۔ اور دل کا روگ بُری بیماری ہے۔ مزاج کی بُرائی عادت کی خرابی دل کا روگ ہے۔ جیسے بدن میں بیشمار[۲] مرض ہوتے ہیں۔ اسی طرح دل میں بے تعداد بیماریاں ہیں۔ بدن کے مرض بخار، کھانسی، درد سر، ہیجش[۳]، فالج[۴]، لقوہ[۵]، جذام[۶] وغیرہ وغیرہ ہیں اور دل کے روگ غصہ، لالچ، تکبر[۷]، ڈرپوک ہونا، بے حیائی، حسد وغیرہ۔

غصہ

غصہ ایک قسم کا جنون[۸] ہے۔ جس وقت آتا ہے انسان کی عقل زائل[۹] ہو جاتی ہے۔ اور غصے کی حالت میں نیک و بد کچھ نہیں سُوجھتا۔ غصہ کا انجام ہمیشہ پشیمانی[۱۰] ہے۔ اور اس پشیمانی سے روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ پس جب تم کو غصہ آئے ضبط کرو بات کو ٹال دو۔ جس شخص پر غصہ آیا ہو اُس کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دل تو نہیں مانے گا۔ لیکن زبردستی دوسرے کام میں دھیان لگاؤ۔ کوئی اور بات کرنے لگو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ پیاس بھی ہو تو پانی پی لو جس سے

---

۱ اچنبھا ۲ بے گنتی ۳ بدن کا سُن ہو جانا ۴ وہ بیماری جس میں مونھ ٹیڑھا ہو جاتا ہے ۵ کوڑھ ۶ غرور ۷ پاگل پن ۸ کھو یا جانا ۹ شرمندگی

غصہ فرو ہو جائے لاحول پڑھو کہ شیطان[۵۱] بھاگ جائے غصے کی حالت میں گالی دینا یا کوئی سخت کلمہ کہنا یا دست[۵۲] درازی کرنا بہت بُری بات ہی۔ خبردار موںھ اور ہات دونوں کو روکے رہو اور تم نے کسی کو غصے میں گالی دی اور اُس نے اُلٹ کر جواب دیا یا تم نے کسی پر ہات چلایا اور وہ لپٹ پڑا تو عزت گئی گزری ہوئی اسی واسطے غصے کا پی[۵۳] جانا مصلحت کی بات ہی۔

لالچ

دیکھو تو کوئی آدمی بھی اس مرض سے خالی ہی جس کو دیکھتے ہیں اسی فکر میں ہی کہ پگڑی تاک ملے تو دوسرے کی اُتار لوں۔ لیکن سچ یہ ہی کہ یوں اپنی نیت کو کوئی ڈانواڈول کرے تو کرے مگر ملیگا وہی جو تقدیر میں ہی۔ بس بہتر ہی کہ آدمی تقدیر پر قناعت[۵۴] کرے۔ لڑکوں کے لالچ اور طرح کے ہیں جس سے ندیدہ پن ظاہر ہوا کرتا ہی وہ یہ کہ کوئی کھانا کھاتا ہی اور آپ کھڑے دیکھتے ہیں بلکہ کھانیوالے کی طرح آپ بھی موںھ چلاتے جاتے ہیں یا مزے کا کھانا یا کوئی لذیذ[۵۵] چیز یا اچھا کپڑا دیکھا لوٹ گئے۔ ارادہ یہ کہ سب کا سب ہم کو ملے یا باہر سے کھانے کی کوئی چیز آئے تو دروازے تک دوڑے گئے۔ اماجی پلاؤ۔ اماجی مٹھائی۔ اور پھر لانے والے نے سر سے نہیں اُتاری اور اُنھوں نے مانگنا شروع کیا۔ ایسا لالچ گھر کا نام خراب کرتا ہی۔ لوگ کہیں گے فلانے کے بچے کیسے بدنیت اور بھوکے ہیں۔ کھانے کو ترستے ہیں۔ بس بہت احتیاط کرو جب باہر سے کوئی چیز آئے بے پروائی کے ساتھ خبر نہو۔ مانگنا بڑی شرم کی بات ہی اور اگر مانگنا منظور ہو تو چپکے سے تنہائی میں اپنی ماں سے مانگو اس کا عیب نہیں۔ پھر ایسی نیت بھی ٹھیک نہیں کہ جو چیز ہو سب کی سب تم کو ملے آخر دوسرے بچے بھی تو ہیں۔ اور یہ بچے کھائیں تو بڑوں نے کیا قصور کیا ہی۔ اُن کے بھی تو پیٹ ہی۔ اُن کو بھی میٹھی چیز مزے کی معلوم ہوتی ہی۔ گھر میں

---

۵۱ آدمی کا دشمن برائیوں کی طرف مائل کرنے والا جو ایک جن کی قسم ہے ۵۲ ہاتھ چلانا مار پیٹ کرنا
۵۳ یعنی ضبط کرنا ۵۴ صبر ۵۵ مزیدار

جو چیز ہوگی سب کو حصہ رسد[51] ملیگی۔ کیا وجہ کہ تم کو سب حوالے کر دیجائے۔ جب دیکھتے ہیں کہ غیروں کے روبرو لڑکے بدنیتی ظاہر کرتے ہیں چیز آتی دیکھ دوڑتے اور گرے پڑتے ہیں تو ہم کو بہت رنج ہوتا ہو کہ خدایا رنگ برنگ کی نعمتیں تو آئے دن ان کو کھلاتے ہیں اور پھر یہ بھوکے بھوکے اُس وقت جی چاہتا ہو کہ آخر لوگوں میں نام تو بدنام ہوتا ہو آیندہ سے ان کو کچھ مٹھائی وغیرہ نہ دی جائے اُس سے قطع نظر لڑکوں کے مزاج میں لالچ کا جڑ پکڑنا نہایت زبوں ہو لالچ ایسا مرض ہو کہ افیون کے نشے کی عادت کی طرح اس کو ترقی ہوتی جاتی ہو۔ اور بیمار کو خبر نہیں ہوتی۔ لالچ کی چاٹ لڑکوں کو چوری سکھاتی ہو۔ کیونکہ جب اُن کی طمع[52] کو جائز طریقہ سے سیری[53] نہیں ہوتی تو اُن کو ناجائز طور سے چیزوں کے حاصل کرنے پر آخر کار دلیری پیدا ہو جاتی ہو۔ لالچ تخم حسد ہو جس کی مذمت[54] تم آیندہ پڑھوگے۔

تکبّر

اس کے یہ معنی ہیں کہ اپنے تئیں بہتر اور بڑا سمجھنا۔ اب غور کرو کہ آدمی اپنے تئیں کن باتوں میں بہتر سمجھتا ہو۔ ذات، دولت، حُسن[56]، زور، ذات میں بہتر سمجھنا یہ ہو کہ مثلاً تم شیخ ہو کسی جلاہے یا سقے کو ذلیل سمجھو صرف اس واسطے کہ وہ جلاہا یا سقہ ہو۔ لیکن اگر غور کرو تو تم اور سب آدمی یکساں ہیں۔ خدا نے سب کو ایک صورت کا بنایا ہو۔ بھوک پیاس سب کو برابر ہو مناسب کو ہو۔ پھر اپنے تئیں بہتر سمجھنا نادانی ہو۔

دولت کا نشہ بھی غضب کا نشہ ہو۔ سچ کہتے ہیں گیہوں کی روٹی کو فولاد کا پیٹ درکار ہو۔ جہاں پیٹ بھرا اور مستی سوجھی۔ غریبوں کو ناچیز سمجھنے لگا۔ اگر کوئی غریب برابر بیٹھ گیا تو بھویں سکڑ گئیں۔ پیشانی میں چین پڑ گئی کہ ابے تو دو کوڑی کا آدمی ہمارے برابر بیٹھتا ہو۔ یا تو نے ہم کو سلام نہ کیا۔ یا ہم کو دیکھکر واسطے تعظیم[57] کے کھڑا نہ ہوا۔

[51] بقدر حصہ [52] لالچ [53] آسودگی [54] ہجو [55] برائی [56] خوبصورتی [57] ادب کرنا

لیکن خوب یاد رکھو کہ دنیا میں کوئی حالت قابل اعتماد کے نہیں۔ اکثر ایسے اتفاق پیش آتے ہیں جو خواب و خیال میں نہ تھے اور ہماری حالتوں کو دفعتہ[ف۱] بدل دیتے ہیں۔ دولت دریا کی ایک لہر ہے آئی اور گئی۔

دولت کے واسطے بڑے بڑے خوف و خطر ہیں۔ پس جس آدمی کو خدا نے فراغت معاش[ف۲] دی ہے اُس کو چاہیئے کہ غنیمت سمجھ کر شکر کرے نہ یہ کہ گھمنڈ[ف۳] میں آجائے۔ اور کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے بڑے سے بڑے دولتمند جن کے گھروں میں اشرفیوں کے ہنڈے گڑے تھے ناگہاں ایسی چوری ہوئی یا ڈاکہ پڑا یا روئی کا ایسا بھاؤ بگڑا کہ اگلے دن دیوالہ[ف۴] نکال بیٹھے مکانوں کا کرایہ ہے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ مکان گرنے شروع ہوئے اور کرایہ داروں نے نادہندی اختیار کی۔ آمدنی بند ہوگئی۔ زمینداری ہے۔ ایک سال خشکی[ف۵] پڑی پہلے برس مطلع[ف۶] صاف ہوگیا کسی کو خبر تھی کہ غدر[ف۷] ہوگا۔ بیٹھے بٹھائے کھڑا ہوگیا۔ اور بڑے بڑے امیروں کو ایسا کرگیا کہ اب بھیک مانگے نہیں ملتی۔ آنکھوں دیکھتے ایسے انقلاب[ف۸] ہزارہا دیکھتے ہیں کہ امیر غریب ہوتے ہیں اور غریب امیر ہوتے ہیں۔ پس کیا اعتبار ہے دولت کا۔ گھروں میں کمانے والا اکثر ایک شخص ہوتا ہے۔ آج اُسی کی آنکھ بند ہوئی یا نوکری چھوٹ گئی چلو فراغت ہوئی۔ دنیا اور دنیا کی تمام حالتیں نہایت ناپائیدار اور بے ثبات[ف۹] ہیں ہرگز خیال کرنا نہیں چاہیئے کہ سدا زمانہ اسی طرح چلا جائیگا۔ جو دن عافیت[ف۱۰] سے گزر گیا ہزار شکر ہے۔ دولت پاکر عاجزی اور انکسار[ف۱۱] ہی بڑی ہمت اور بڑے حوصلے والوں کا کام ہے اچھے کم ظرف ہیں وہ لوگ جو ذرا سی فراغت کو ضبط نہیں کرتے اور اُبل پڑتے ہیں۔

ف۱ یکایک ف۲ روزی کمانے کا ٹھکانا ف۳ غرور ف۴ یعنی مفلس ہوگئے۔ اگلے زمانے میں جب کوئی ساہوکار مفلس ہو جاتا تھا تو وہ دن کو دکان میں چراغ جلایا کرتا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس شخص کے پاس کچھ نہیں رہا اور چونکہ چراغ کو دیوا کہتے ہیں اس واسطے ایسے شخص کو دیوالیہ کہنے لگے ف۵ قحط ہو گیا جب پانی نہ برسے ف۶ یعنی کچھ نہ رہا ف۷ غدر سے مراد ہے وہ بغاوت جو ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں سرکاری فوج نے کی تھی ف۸ الٹ پلٹ ف۹ بے قیام ف۱۰ امن تندرستی ف۱۱ عاجزی کرنا

حسن و خوب صورتی کا بھی بڑا غرور ہوتا ہی۔ کسی بیچارے کی آنکھ کانڑی ہی۔ یا آنکھ میں ٹینٹ ہی یا ناک چپٹی ہی۔ یا ہونٹھ موٹے ہیں۔ اس پر ہنسنا یا اُس کو چھیڑنا سخت معیوب بات ہی۔ خوب صورتی کی حالت کو بھی استقرار نہیں۔ اس وقت ہم تم کو بتا سکتے ہیں کہ فلانی لڑکی لڑکپن میں بہت پیاری پیاری لگتی تھی۔ چیچک نکلی۔ عجب طرح کا ہیبت ناک چہرہ ہو گیا کہ دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہی۔ نہ چہرہ میں وہ دمک ہی نہ گالوں میں وہ سُرخی کہ گویا ہم رنگ گلاب کے پھول تھے۔ اب دھ سیر گوشت ہو تو چہرے میں رفو کیا جائے۔ ابھی ایک پھوڑا نکل آئے ناک سے ناکڑا ہو جائے تمام خوب صورتی بات کی بات میں غارت ہو۔ اور مانا کہ خدا نے ان آفتوں سے بھی بچایا تو آخر یہ رنگ و غن چند روزہ ہی۔ مردوں میں شاید تیس برس کی عمر تک اور عورتوں میں اگر اولاد ہونی شروع ہوئی تو پہلے بچے تک ورنہ غایت درجہ تیس برس تک۔ اسکے بعد تو بڑی بڑی خوب صورتوں پر مکھیاں بھنکنے لگتی ہیں۔ خیر چالیس برس تک تو کچھ صورت رہی بھی۔ اس کے بعد تو بال سفید ہونے لگے۔ نہ مانانک میں خوب صورتی رہی نہ ہٹی جانے کا مزا رہا۔ دانت الگ رخصت ہونے لگے۔ موںھ پر الگ جھرّیاں پڑنے لگیں۔ ہونٹے الگ لٹک آئے۔ ہڈیوں نے گوشت اور گوشت نے چمڑا چھوڑنا شروع کیا۔ نہ ہات قابو کے باقی ہے نہ پاؤں۔ گردن ہی کہ آپ سے آپ ہلی جاتی ہی آواز تھرّاتی ہی۔ کمر جھک چلی سبحان اللہ کیا ادا ہی اور کیا خوب صورتی۔ پس ایسی ناپائدار حالت پر کیا خاک کوئی ناز کرے جوانی کا رنگ کچا رنگ ہی۔ جہاں بڑھاپے کی دھوپ یعنی سفیدی سر پر آئی یہ رنگ صاف اُڑ جاتا ہی۔ پھر ذرا دل میں غور کرو جو لوگ بدصورت ہیں وہ بھی خدا کی خلقت میں ہیں جیسا خدا کو پسند ہوا اُن کو بنایا۔ اُن پر تم ہنستے ہو تو خدا کے بنانے پر اعتراض کرتے ہو۔ یہ کیسی بے ایمانی کی بات ہی جس نے اُس کو بدصورت بنایا وہ تم کو بھی دم کے دم میں اُسی آدمی سے بدتر کر سکتا ہی۔ اور ہم نہیں جانتے کہ خوب صورتی کیا بلا ہی۔ کیا بڑی آنکھ میں زیادہ نور

---

۵۱ نمر [illegible] اریکڑنا ۵۲ ذرنا ۵۳ چیک ۵۴ حد درجہ ۵۵ گھمنڈ ۵۶ پیدائش

ہوتا ہے بہ نسبت چھوٹی آنکھ کے۔ اور کیا پتلی اور اُٹھی ہوئی سیدھی ناک کی قوت شامّہ[1] زیادہ تیز ہوتی ہے بہ نسبت موٹی چھوٹی چپٹی ناک کے۔ اعضا[2] سے جو اصل فائدہ ہے سب میں یکساں حاصل ہے۔ زور کا غرور خاص کر جوانوں کو ہوتا ہے شباب[3] کا وقت ہات پاؤں میں طاقت کسی کو مال موجود نہیں سمجھتے۔ لیکن زور ایسی چیز ہے کہ ناچیز اور ذلیل جانوروں میں آدمی سے زیادہ ہے۔ بڑے زبردست پہلوان پر دو گٹھے لکڑی لاد دو اور کہو کہ آکا اُٹھو یقین ہے کہ لکڑیوں کے بوجھ میں آکا سے ہلا بھی نہ جائے۔ لیکن گدھا ایسے ایسے چار گٹھے خوشی سے اُٹھا لیتا ہے۔ آکا تو دو ملائی خدا جانے دنیا کی کیا کیا نعمتیں کھاتے ہیں اور دو گٹھے لکڑیوں کے نہیں سہار سکتے بے چارہ گدھا گھاس پھوس کھاتا اور سوکھے ٹھیڑے چباتا اُن سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔

ایک پہلوان شیخی بگھار رہا تھا کہ میں پانی کا بھرا ہوا چرس سنبھال سکتا ہوں۔ چرس کھینچنے والے نے جواب دیا کہ آپ تو سنبھال سکتے ہیں اور یہ میری بڑھیا تمام دن چرس کھینچا کرتی ہے۔ پھول[6] والوں کے میلے میں بارہ رُپے کو لی تھی اس کو پندرہ برس ہو چکے۔ پس ایسی بات پر گھمنڈ جس میں جانوروں کو ہم پر ترجیح ہو انسان کو نہایت نازیبا ہے ہم جیسے حسن کا اعتبار نہیں زور کا اُس سے زیادہ اعتماد نہیں۔ ایک دن کی تپ میں تو بڑے زبردست کی چولیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔

غرض اس طول مقال[8] سے یہ ہے کہ ذات یا دولت یا حُسن یا زور کوئی چیز گھمنڈ کرنے کے لائق نہیں۔ اگر کوئی ذات کا شریف بھی ہے تو کیا۔ یا کوئی بہت خوبصورت پری دم ہے تو کیا۔ یا کوئی دم خم[9] درست بڑا شہ زور ہے پہلوان ہے تو کیا۔ صرف علم و ہنر ایک چیز

[1] سونگھنے والے [2] جمع عضو کی یعنی جوڑ بند [3] جوانی [4] بانکا۔ ڈھیل [5] پورب میں اس کو پُر کہتے ہیں [6] یہ دہلی کا ایک مشہور میلہ ہے قطب صاحب میں سال کے سال برسات میں ہوا کرتا ہے اور چونکہ پھول کے پنکھے انکے مزار پر چڑھاتے ہیں اس وجہ سے پھول والوں کی سیر کہلاتی ہے [7] شیخی [8] لمبی گفتگو

[9] دم خم سے مراد ہے جس کا بدن تیار اور کسرتی ہو۔

قابل ناز ہی۔ اشراف بے علم گویا لنگڑا گھوڑا ہی جس سے گدھا بہتر کہ بوجھ لادو مزے میں کھٹ کھٹ بھاگا چلا جاتا ہی۔ آنکھ ناک سب درست اور علم نہیں گویا گوبر پر ملمع۔ جب کھولکر دیکھو بدبو۔ زور ہوا اور لیاقت نہیں تو کس کام کا۔ دولتمند بے لیاقت گدھا ہی جس پر طلائی جھول اڑھا دی ہی آخر گدھا ہی۔ لیکن واضح ہو کہ علم ولیاقت پر کبھی تکبر جائز نہیں۔ غریبی اور عاجزی، خاکساری، تواضع خدا اور خلق خدا سب کو پسند ہی۔ گھمنڈ، تکبر، خودبینی خودپسندی سے خدا اور خلق خدا راضی نہیں۔

ڈرپوک ہونا

خوف ایک بیماری ہی جو ماں باپ کی بے تدبیری سے ابتدائے عمر میں بچوں کے دل میں بیٹھ رہتی ہی۔ جب بچے روتے اور دق کرتے ہیں تو منظور ہوتا ہی کہ کسی طرح سو جائیں کبھی تھپک دیا کبھی لوری دی۔ کبھی سر سہلایا۔ کبھی جھولے میں لٹا دیا۔ کبھی کندھے لگا کر آہستہ آہستہ ٹہلنا شروع کیا۔ اگر نیند کا وقت ہوتا ہی تو ان تدبیروں سے بچے سو جاتے ہیں ورنہ لوری سنتے ہیں نہ ٹہلنا مانتے ہیں تب انکو ہیّا اور پنجو اور بی شادی اور اللہ کے فضل وغیرہ سے ڈراتے ہیں۔ یہ چیزیں سب فرضی اور بنائی ہوئی ہوتی ہیں ورنہ حقیقت میں نہ ہیّا کوئی چیز ہی نہ پنجو لیکن ازبسکہ بچے بے عقل ہوتے ہیں جہاں ڈر کی آواز بنائی سہم کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پر خوف کی جڑ دل میں پیدا ہو جاتی ہی۔ بیشک آدمی کو اپنی جان کی حفاظت فرض ہی۔ خصوصاً لڑکوں کو زیادہ احتیاط کرنی چاہئے کہ اندھیرے میں اکیلے نہ جائیں۔ بلکہ خالی مکان میں بھی تنہا جانا مناسب نہیں لیکن یہ ممانعت تمکو اس وجہ سے نہیں کیجاتی کہ خالی مکان میں یا اندھیرے میں کوئی بھوت بیٹھا ہوتا ہی۔ بھوت کی کچھ اصل نہیں۔ یہ بھی ایک طرح کے ہیّا لوگوں کے

۵۱ قلعی ۵۲ سنہری ۵۳ ظاہر ۵۴ گھمنڈ ۵۵ ایک قسم کا راگ جس سے بچّوں کو سُلایا جاتا ہے

۵۶ اصل ۵۷ چونکہ

ہوا ہی نے بنا رکھی ہی۔ جس خدا نے ہم کو پیدا کیا ہی وہ ہر وقت ہماری حفاظت کرتا ہی۔ ہم سوتے ہیں اور خدا کے فرشتے ہم پر پہرہ دیتے ہیں۔ بلکہ چلتے پھرتے ہیں ٹھوکر لگجاتی ہی تو خدا کے فرشتے ہم کو سہارا لگاتے اور سنبھالتے ہیں پس ہم کو زیادہ حاجت درکار نہیں ہی دنیا میں بہت چیزیں ہماری جان کی دشمن ہیں۔ سانپ، بچھو، شیر، بھیڑیا وغیرہ۔

لیکن گو ہمارے دشمن بعض بعض ہم سے طاقت زیادہ رکھتے ہیں۔ ہمکو خدا نے عقل کی طاقت بخشی ہی۔ جس کے زور سے آدمی ہاتھی جیسے بڑے جانور کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا ہی + شیر اور چیتے کو پنجرے میں بند کرتا ہی۔ مرکھنے بیلوں کی ناک میں ناتھ اور اونٹ کی ناک میں نکیل ڈالتا ہی گھوڑے کے منہ میں لگام دیتا ہی اور سب جانوروں سے خدمت کرانا اور کام لیتا ہی۔ چونکہ عقل کے ہتھیار ہمارے پاس ہیں ہمارا رعب اور خوف دنیا کے جانوروں پر غالب ہی بڑے چھوٹے سب جانور کاٹنے والے اور پھاڑنے والے ہم سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ بھیڑیے اور شیر جنگلوں میں رہتے ہیں۔ سانپ بلوں میں۔ اگر بھوت واقع میں کوئی چیز ہی تو وہ ہم سے ایسا ڈرتا ہی کہ نہ جنگل میں ہی نہ بل میں بلکہ صرف وہم کرنے والے کے دل میں پس ایسی چیز سے ڈرنا یا اس کو موجود سمجھنا نہایت درجہ کی نادانی ہی۔ ہم نے تم کو اندھیرے اور خالی مکان کے جانے سے اس واسطے منع کیا کہ شاید کوئی موذی جانور بیٹھا ہو تم اُس کے دفع پر قادر نہو سکو اور وہ چوٹ کر بیٹھے۔ ان جانوروں سے ڈرنا تو ضرور ہی لیکن دل سے نئی نئی چیزیں بنا کر ناحق خوف زدہ رہنا سراسر بے وقوفی ہی۔

بے حیائی

حیا کے اعتبار سے لڑکے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول درجے میں وہ لڑکے جو دنگا یا شرارت یا کوئی بُری بات نہیں کرتے۔ اور جب کوئی بدلڑکا اُن کو آمادہ شرارت یا بدی کرتا ہے

---

۵۱ وہم ۵۲ دباؤ ۵۳ ایذا دینے والا ۵۴ دور کرنا ۵۵ ڈرا ہوا

یا خود اُن کے دل میں باقتضائے[1] عمر ارادہ پیدا ہوتا ہی تو صرف یہ خوف اُن کو اس فعل[2] سے باز رکھتا ہی کہ مبادا ہمارے ماں باپ یا بزرگوں کو خبر ہو جائے اور پھر غیرت کے مارے ہمکو سامنے جانا مشکل ہو۔ دوسرے وہ لڑکے جو ماں باپ اور بزرگوں کا اتنا لحاظ نہیں کرتے بلکہ اُنکو زبان سے منع کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہی کہ خبردار ایسی بات مت کرنا یہ حرکت بہت بُری ہے تیسرے وہ لڑکے جو کہنا نہیں مانتے اور ماریں کھاتے ہیں ایسے لڑکے بے حیا ہوتے ہیں اور ان سے بڑھ کر وہ ہیں جن پر مار کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ رات دن جوتی لات ہوا کرتی ہی اور پھر چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ خدا ایسے بچوں کا مونھ نہ دکھائے۔

حَسَد

حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو اچھا کھاتے اور اچھا پہنتے دیکھکر ناخوش ہونا جس کو کہتے ہیں کہ وہ ہم کو دیکھ کر جلا مرتا ہی۔ یہ مرض عالمگیر[3] ہے۔ کنبے اور رشتے کے لوگوں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ جہاں کسی کو خدا نے زیادہ فراغت دی یا کسی نے نام و نمود[4] پیدا کیا رشتہ داروں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہیں اب ان کے گھر میں یہ چین ہی۔ یوں اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے اور سونے چاندی میں لدے پھرتے ہیں۔ ان کا مکان اتنا بڑا ہی ان چیزوں سے بڑھ کر اولاد پر حسد ہوتا ہی۔

دو حقیقی بھائی ایک کے اولاد کم اور ایک کے زیادہ۔ یا ایک کے لڑکیاں اور دوسرے کے لڑکے یا ایک کے ہی اور دوسرے کے نہیں اب بھائی بھائی کو دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کا انتظام سب ان کی مرضی اور رائے کے موافق ہو۔ دو بھائی ہوں تو جیسے ورثے[5] اور ترکے میں برابر ہیں۔ رزق بھی دونوں کو برابر دیا جائے اولاد بھی برابر ہو۔ بلکہ دونوں کے گھر ایک دن پیدا ہوا کرے ورنہ اولاد کی عمر پر حسد ہوگا۔ وہ کہیگا بھائی کا بیٹا تو جوان

[1] بات یہ ہی کہ عمر اس بات کو چاہتی ہی [2] کام [3] تمام دنیا میں پھیلا ہوا [4] مشہور ہونا [5] وہ مال جو مرے ہوئے سے ملتا ہی

ہوا برابر کماتا ہی اور میرا بیٹا ابھی تک دودھ پیتا ہی۔ ابھی اس کے دانت نکلے ہیں۔ چیچک نکلنی ہی کس نے دیکھا ہی کہ ان آفتوں سے بچے یا نہ بچے۔ غرض دونوں بھائیوں کی تمام حالت یکساں ہو ایسے لوگ خدا کی حکمت میں دخل دیتے اور اُس کے انتظام کو ناپسند کرتے ہیں۔ بیوقوفی کے علاوہ ایسے لوگ درپردہ[1] بے ایمانی بھی رکھتے ہیں۔ اگر ان کا ایمان درست ہوتا تو وہ جانتے کہ رزق ہو یا اولاد، رنج ہو یا خوشی سب تقدیری بات ہی۔ اور خدا کی مرضی اور اُس کے حکم سے ہی اور جو اُس کا حکم ہی عین انصاف ہی۔ لڑکوں میں حسد اس طرح شروع ہوتا ہی کہ اگر ایک بھائی کو ایک مٹھی چنے یا دو سنگھاڑے یا مٹھائی کی ایک ڈلی بھی زیادہ دی جائے دوسرا ہے کہ لڑ امرتا ہی کہ ہیں میں برابر ہوں گا کم وبیش کیوں ہی۔ اس سے یقین ہوتا ہی کہ جب یہ بڑے ہوں گے تب بھی برابری کا دعویٰ رکھیں گے۔ آج ماں باپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہیں کل کو بڑے ہو کر خدا کی تقسیم پر ضرور اعتراض کریں گے۔

انسان کو چاہئے کہ اپنی حالت پر قانع رہے۔ جس حالت میں خدا نے رکھنا پسند کیا ہی وہی مصلحت[2] ہی اگرچہ ہم اپنی بدعقلی سے اُس مصلحت کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم لڑکو! ماں باپ کو اپنا مالک جانو جو اُنھوں نے دیا خوشی سے لیا۔ شکوہ مت کرو۔ کوئی تو وجہ ہی کہ ماں باپ نے تم کو کم دیا ہی۔ شاید وہ چیز زیادہ تم کو نقصان کرتی۔ یا تم کو کسی اور چیز میں زیادہ حصہ مل چکا ہی یا دینا منظور ہی۔ حسد کی بنیاد ہمیشہ عداوت ہوتی ہی یعنی جس شخص سے تم کو پہلے سے دشمنی ہی اُس کے نفع سے تم کو ناخوشی ہوتی ہی۔ اب تم ذرا اپنی اور اپنے دشمن کی حالت پر غور کرو اُس کو کامیابی کی مسرت[3] ہی اور تم کو حسد کی کلفت[4]۔ پس دشمن جیت میں ہے اور تم ہار میں۔ یہ کیسا بُرا پہلو تم نے اختیار کیا۔ حسد کی کلفت تم کو دشمن نے تو ہرگز نہیں پہنچائی۔ کیوں کہ یہ تو ایک خیالی تکلیف ہی اور خیال خود تمہارے دل سے پیدا ہوا پس تم آپ اپنے دشمن ہو کہ اپنے تئیں تکلیف دیتے ہو۔

---

[1] پوشیدہ [2] بانٹنا [3] بہتر [4] گلا [5] خوشی [6] رنج

وقت

زندگی کا تو مذکور نہیں کہ اُس کو خداوند تعالیٰ نے اپنے خاص ید قدرت میں رکھا ہے جبکی جس قدر حیات خدا نے مقرر کر دی ہے اگر دنیا کے تمام بادشاہ، تمام حکیم، تمام طبیب جمع ہو کر ایک پل زیادہ کرنا چاہیں تو ممکن نہیں۔ لیکن زندگی کے سوائے دنیا میں جو نقصان ہے اُس کی کچھ نہ کچھ تلافی ہے۔ مگر نہیں ہے تو وقت کی۔ جو گھڑی گزر گئی وہ کسی طرح پھر تمہارے قابو میں نہیں آسکتی۔ اور وقت کے گزرنے پر جو غور کرو تو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ وقت ریل سے زیادہ تیز ہے۔ ہوا سے بڑھ کر اُڑنے والا بجلی سے سوا بھاگنے والا اور ایسا دبے پاؤں نکلا جاتا ہے کہ خبر نہیں ہوتی۔ صبح ہوئی۔ سو کر اُٹھے جبتک معمولی ضرورتوں سے فراغت حاصل کرو، ذرا ناشتہ وغیرہ کھاؤ پیو، پہر دن چڑھ آیا۔ پھر گھڑی دو گھڑی اِدھر اُدھر اُٹھے بیٹھے گپ شپ اُڑائی تو دس بجنے کو آئے۔ مدرسے جانے کو دیر ہوتی ہے۔ جلدی جلدی کھایا پیا مدرسے گئے۔ وہاں دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے رہے۔ مدرس صاحب کی تاکید سے دو ایک مرتبہ بُری بھلی طرح سبق پڑھا۔ چلو شام ہوئی دن رخصت ہوا گھر آئے تو پھر کھانے کی سوجھی۔ غذا پیٹ میں گئی اور کسل پیدا ہوا اور لیٹے تو پھر صبح موجود۔ کام تو کچھ بھی نہوا۔ لیکن آٹھ پہر اور چوبیس گھنٹے گزرتے ہوئے معلوم نہوئے اور ایک آٹھ پہر اور ایک چوبیس گھنٹے کیا ایسے ایسے صدہا آٹھ پہر اور ہزاروں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزرتے جاتے ہیں۔

بیت

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

جب وقت کی بے ثباتی کا یہ حال ہے اور جو وقت گزرا وہ ہمارے اختیار سے باہر ہوا تو نہایت ضرور ہوا کہ جس وقت پر ہمارا اختیار ہو اُس کو ضائع نہ ہونے دیں۔ یہی وقت ہے

۱ ہات ۲ بڑا ۳ کسی دوسری شے سے مثال دینا ۴ دل لگی ۵ سبق پڑھانیوالا استاد ۶ سستی ۷ یعنی ٹھہراؤ کا نہونا

کہ سونے اور کھیلنے میں بھی گزر جاتا اور آدمی کو سست اور کودن اور غبی اور آوارہ اور عیاش[۵۱]
اور ذلیل اور رسوا[۵۲] اور خوار اور بے اعتبار اور محتاج اور طرح طرح کے امراض میں
مبتلا اور طرح طرح کی بداخلاقیوں میں گرفتار کر دیتا ہے۔
اور یہی وقت ہے کہ اگر اس کو اچھے شغل اچھے کام اچھی بات میں لگایا جائے تو انسان کو
عالم، فاضل، لائق، ہنرمند، نامور، موقر[۵۳] محترم[۵۴] نیک ہر دل عزیز، خوش عیش، مستغنی[۵۵]
اور طرح طرح کی خوبیوں اور بھلائیوں سے بھرا ہوا بنا دے سکتا ہے۔
اے لڑکو! یہ فراغت کا وقت جو تم کو اب میسر ہے بس غنیمت سمجھو۔ اب نہ تم کو کھانے کی
فکر ہے نہ کپڑے کا سوچ۔ جو کچھ تم سے سیکھتے اور حاصل کرتے بن پڑے لگ لپٹ کر جلد جلد
سیکھ سا کھ لو آیندہ تمہارے کام آئے۔ ورنہ پھر کہاں تم اور کہاں یہ فراغت۔ اس وقت
کو تم سر پر ہات رکھ کر روؤ گے اور رونا کچھ سودمند[۵۶] نہ ہوگا۔ بہت پچھتاؤ گے اور پچھتانا کچھ
فائدہ نہ بخشیگا۔ بہت افسوس کرو گے اور افسوس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ وقت جو تمکو اب
حاصل ہے مثل ان وقتوں کے تئیں ہے جو جوانی اور پیری[۵۷] میں تم کو آیندہ پیش آئیں گے
لڑکپن کا وقت جوتنے اور بونے کا وقت ہے اور جوانی و پیری کاٹنے اور کاٹنے کا۔ اگر اس
وقت میں تم کچھ جوت بو رکھو گے تو جوانی اور پیری میں گاہ اور کاٹ سکو گے۔ اس وقت
کے ہونے سے تم بڑے سخت امتحان میں ہو چاہو تو اس وقت کو اس طرح صرف کرو کہ
جوانی اور پیری دونوں میں آرام و آسائش سے رہو اور چاہو اس وقت کو ایسا اکارت
کرو کہ جوانی بھی خراب ہو اور پیری بھی برباد ہو۔ ایک وقت وہ آرہا ہے کہ تم فرصت کو
ڈھونڈو گے اور فرصت کا پتہ نہ پاؤ گے۔ اور فراغت کو تلاش کرو گے اور فراغت کا
سراغ[۵۸] نہ ملے گا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب دنیا کا بار تمہاری پیٹھ پر لدا ہوگا۔ خانہ داری کے

۵۱ عیش پسند۔ بڑا عیش کرنے والا ۵۲ ذلیل ۵۳ عزت والا ۵۴ حرمت والا ۵۵ مالدار۔ بے پروا
۵۶ فائدہ مند ۵۷ بڑھاپا ۵۸ پتہ۔ +

بکھیڑوں میں تم اس طرح پھنسے ہو گے جس طرح دلدل میں گدھا۔ ایک طرف تو فکر معاش[51] تم کو سر کھجانے کی مہلت نہ دیگی۔ دوسری طرف انتظام تعلقات تم کو دم نہ لینے دے گا اُس وقت کسب کمال کا کیا مذکور اگر حواس برجا[52] رکھ کر ان ہی کاموں سے عہدہ برا ہو جاؤ تو صد آفریں[53]۔ پس یہ خیال ہرگز ہرگز اپنے دل میں مت آنے دو کہ ابھی سیکھنے کا بہت وقت آرہا ہے ایسی کیا بھاگڑ مچی ہے کہ رات دن لکھنے پڑھنے کے پیچھے کوئی مر مٹے۔ اگلا حال کچھ کسی کو معلوم نہیں۔ کون جانے کہ تندرستی رہے یا نہ رہے۔ زمانہ فرصت دے یا نہ دے یہ سب سامان جواب مہیا[54] ہے میسر ہو یا نہو + بیشک وقت کی قدر و قیمت اور اُس کی بھاگا بھاگ تو یہ چاہتی ہے کہ خواب و خور اپنے اوپر حرام کرکے رات دن کتاب پر سے سر نہ اُٹھاؤ لیکن انسان کی طبیعت کو خدا نے تازگی پسند کیا ہے۔ کیسا ہی کوئی دلچسپ[55] شغل ہو ایک عرصے کے بعد ضرور اُس سے جی گھبرا اُٹھتا ہے اور طبیعت اُکتانے لگتی ہے اور اگر طبیعت کو مجبور کرکے اُس کام پر لگائے رہو تو وہ کام بھی اچھی طرح نہیں ہوتا اور حواس بھی کند اور غبی ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے مناسب ہے کہ شغل مطالعہ کتاب ایسے اعتدال کے ساتھ جاری رکھو کہ تندرستی کو خلل نہ پہنچے اور ہمیشہ چند قسم کا شغل رکھو۔ مثلاً نظم و نثر، تاریخ، جغرافیہ حساب ایک ساتھ پڑھو۔ جب نثر سے طبیعت ملول ہوئی نظم دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر تاریخ پڑھی۔ کچھ دیر جغرافیہ کی سیر کی۔ پھر حساب میں طبع آزمائی کی۔ ان سب سے گھبرائے تو کچھ لکھنے بیٹھ گئے۔ جب رات کو سونے لگو تو التزام کے ساتھ جی میں حساب کر دکہ آج ہم نے کونسی نئی بات حاصل کی۔ اگر معلوم ہو کہ آج کچھ نہیں سیکھا تو جانو کہ دن رائیگاں گیا اور اُس نقصان کی تلافی[56] اپنے ذمے لازم سمجھو کیا خوب فرمایا ہے۔

جس کے دو دن برابر ہوں یعنی ایک شخص جیسا کل تھا آج بھی ویسا ہی رہے۔ اور اپنی

---

[51] دنیا کے کاروبار کا فکر [52] قائم۔ درست [53] شاباش [54] موجود [55] جس میں دل لگی ہو [56] بدلا

حالت دیروزہ میں ترقی نہ کرے تو وہ خسارے میں ہے +

دنیا کا مختصر حال

یہ زمین جس پر ہزاروں شہر اور لاکھوں گاؤں بستے ہیں بہت بڑی ہے اور گیند کی طرح گول ہے۔ لیکن بڑے ہونے کے سبب اس کی گولائی آنکھ سے نہیں معلوم ہوتی۔ علم کے زور سے دانشمندوں نے معلوم کیا ہے کہ گول ہے۔ اور کتابوں میں بڑی بڑی مضبوط دلیلوں سے بخوبی گول ہونا ثابت کر دیا ہے۔ جب تم بڑے ہو کر اُن کتابوں کو پڑھوگے تو جان لوگے کہ گول ہے اس سے زیادہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے +

زمین کے چار ٹکڑے ہیں۔ تین ٹکڑے تو سمندر کے پانی سے ڈوبے رہتے ہیں۔ چوتھا وہ جسکو ربع مسکون یعنی چوتھائی آباد کہتے ہیں۔ اس چوتھائی میں جو پانی سے کھلا ہے سب شہر و بستیاں اور گاؤں اور جنگل اور پہاڑ ہیں۔ اس سے قیاس کر لو کہ جب چوتھائی حصہ اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا اُسی میں بستی ہے تو تمام زمین کتنی بڑی ہوگی کہیں کہیں سمندر کے بیچ میں بھی بستیاں ہیں۔ آس پاس پانی اور بیچ میں اونچی زمین کھلی ہوئی جس کو جزیرہ اور ٹاپو کہتے ہیں۔ سمندر میں بعض جگہ بہت پانی ہے۔ سمندر زیادہ سے زیادہ دو کوس تک گہرا ہے۔ بڑے بڑے اونچے پہاڑ پانی میں ڈوبے ہیں جن پر بھٹکا ہوا جہاز ٹکر کھا کر تباہ ہو جاتا ہے۔ سمندر میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں اور دریائی جانور لاکھوں طرح کے رہتے ہیں۔ سمندر کئی جگہ اس طرح بیچ میں آپڑا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں سمندر اُترنا پڑتا ہے۔

مثلاً دہلی سے کوئی عرب کو حج کرنے جائے تو بمبئی تک خشکی میں اور وہاں سے عدن تک سمندر سمندر تک چلے آئیں۔ جس طرح دریاؤں میں تم نے کشتیاں چلتے دیکھیں سمندر

---

۵۱ [illegible] ۵۲ نقصان ۵۳ عقلمند ۵۴ حج

میں ایسی چھوٹی کشتیاں کام نہیں دیتیں۔ ایک موج میں الٹ پلٹ جائیں۔ اس واسطے سمندر
میں جہاز چلتے ہیں۔ جہاز بھی کشتی ہی ہے مگر بہت بڑی۔ یہاں تک کہ بعضے جہاز ایک چھوٹے
محلے کے برابر ہوتے ہیں۔ سمندر کا پانی بہتا نہیں بلکہ ٹھہرا ہوا ہے۔
یہ سب دریا اور ندیاں سمندر میں گرتی ہیں۔ لیکن ان کا پانی سمندر میں ایسا ہے جیسے بڑی
کڑاہی میں ایک چمچہ پانی۔ پس دریاؤں کے گرنے سے سمندر میں کچھ طغیانی نہیں ہوتی
لیکن پندرہ دن خود بخود سمندر کا پانی چڑھا اترا کرتا ہے۔ اس چڑھاؤ اُتار کو عربی میں
مد و جزر اور یہیں کی بولی میں جوار بھاٹا کہتے ہیں۔ عقلمندوں نے مدت تک اس میں
سوچا کہ خود بخود یہ چڑھاؤ اُتار سمندر میں کیوں ہوا کرتا ہے۔ آخر کو معلوم ہوا کہ چاند جوں
جوں بڑھتا ہے اُس کی کشش سے سمندر کا پانی بڑھا کرتا ہے۔ پھر آخر مہینے میں چاند کے
ساتھ گھٹا کرتا ہے۔ سمندر کا پانی کھاری ہے پینے کے لائق نہیں ہوتا۔ سمندر میں مچھلیوں
کے علاوہ جواہرات نکلتے ہیں جو ہزاروں روپیہ قیمت پاتے ہیں۔ صدف یعنی سیپ
ایک جانور ہوتا ہے۔ اور یہ سیپی جو تم دیکھتے ہو اس جانور کا خول ہے۔ اس جانور کے پیٹ میں
سے موتی پیدا ہوتا ہے۔ موتی چھوٹے بڑے سب طرح کے ہوتے ہیں۔ بھاری اور بڑے
اور خوش رنگ موتی کی بڑی قیمت ہوتی ہے۔ جہازوں کی راہ آدمی اور ہر طرح کا مال
تجارت سمندر پر چلتا ہے۔ جہازوں میں سب سے عمدہ دخانی جہاز ہوتا ہے۔ وہ پانی کی ریل
ہے۔ دھوئیں کی طاقت سے بہت تیز چلتا ہے۔ دوسرے جہاز ڈانڑے اور چپو سے
چلتے ہیں یا مستول پر بادبان باندھتے ہیں کہ ہوا اُن میں بھر کر جہاز کو چلاتی ہے۔ پس
اگر جہاز مشرق کو جاتا ہے اور ہوا بھی پچھوا ہے تو بادبان بہت کام آتا ہے۔ لیکن اگر پروا ہوا
ہوئی تو بادبانی جہاز اُلٹا چلنے لگتا ہے۔ دخانی جہاز میں اپنی ذاتی قوت ہوتی ہے وہ ہوا کا

۵۲ ... ۵۳ ... ۵۴ ... ۵۵ ... ایک لمبا ستون ...
[illegible] ... ہوا ... کشتی ... جہاز ...

محتاج نہیں - گرمی کے دنوں میں جب آندھیاں زور شور سے آتی ہیں تو ہوا کے جھکولوں سے
سمندر کا پانی لہریں لیتا ہے - اُس کی لہریں غضب کی لہریں ہوتی ہیں جن میں جہاز اکثر
ڈوب جاتے ہیں - سمندر کے راستے ناخدا یعنی جہاز چلانے والوں کو معلوم ہوتے ہیں
کبھی اٹکل سے اور کبھی ستاروں کے پتے سے اور کبھی قبلہ نما[1] کے ذریعے سے سمت
معلوم کرتے ہیں -
انگریز مقناطیس کام میں لاتے ہیں - یہ ایک لوہا ہوتا ہے اس کی خاصیت ہے کہ ہمیشہ شمال
و جنوب یعنی اُتر دکھن کو رہتا ہے - سمت معلوم کرنے کے واسطے بہت اچھی چیز ہے -
بیشک سمندر میں ڈوبنا بڑے خوف کی بات ہے - لیکن سفر دریا سے ڈرنا عقل کے خلاف
ہے - اس طرح کے اتفاقات زمین پر خشکی میں بھی پیش آجاتے ہیں جن سے آدمی ناگہاں
مر جاتے ہیں - مثلاً کوئی مکان گرا سب گھر والے دب کر سوتے کے سوتے رہ گئے - آگ
لگ گئی محلے کا محلہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا - پس کیا ایسے اتفاقات سے مکانوں میں اُٹھنا
بیٹھنا یا شہروں کا رہنا چھوڑ دیتے ہیں - اسی طرح جہاز کا ڈوبنا بھی ہمیشہ نہیں ہوتا شاذ و
نادر کبھی ہوتا ہے - پھر بھی لاکھوں جہاز رات دن سمندر میں چلا کرتے ہیں -
انگریزوں کی ولایت سمندر پار ہے - دیکھو انگریزی اسباب ہر طرح کا اور انگریز اور اُن کی
عورتیں اور بچے ہمیشہ سمندر کی راہ آتے جاتے رہتے ہیں - جنگی جہازوں میں فوج اور توپیں
اور گولہ بارود ہوتا ہے - اور بادشاہوں کی دریائی فوج بھی دریا میں اسی قواعد کے ساتھ
لڑتی ہے جیسے زمین پر خشکی میں - جب لوگ سمندر کی راہ سفر کرتے ہیں تو کھانا پانی اپنے ساتھ
رکھ لیا کرتے ہیں بلکہ ضرورت کی تمام چیزیں جہازوں میں بھر لیتے ہیں تاکہ جتنے دن سمندر میں
رہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہو - خشکی میں پہاڑ جنگل اور بستیاں ہیں - پہاڑ اکثر پتھر کے اور بعض
مٹی کے بلکہ نمک کے بھی ہیں - پہاڑ بعض زمین کے اوپر نکلے ہوتے ہیں جنھیں ہمیشہ نئی پڑیا (؟)

[1] ایک قسم کا آلہ ہے جس سے قبلہ کا رخ دیکھا جاتا ہے

ہوتی ہے اور بعض زمین دوز ہوتے ہیں جیسے دلی کا پہاڑ جتنا کھودو پتھر نکلتا چلا آتا ہے
پہاڑوں میں ہمیشہ سبزی رہتی ہے۔ انگریز لوگ گرمی کے دنوں میں اس ملک کی گرمی کے متحمل[1]
نہیں ہو سکتے۔ اسواسطے کہ سرد ملک کے بسنے والے ہیں۔ لاجرم[2] پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اس
واسطے کہ پہاڑوں کی آب و ہوا گرمی میں نہایت اچھی صحت بخش فرحت خیز روح افزا ہوتی ہے
دنیا میں بہت سے پہاڑ ہیں لیکن سب میں مشہور اور اونچا ہمالیہ پہاڑ ہے جو ہندوستان کی
سرحد شمال پر واقع ہے۔ دو ہزار کوس کا لمبا ہے اور چار کوس کا چوڑا اور تین کوس کا سیدھا اونچا
اس پہاڑ میں لندھور، نینی تال، منصوری، شملہ، کشمیر مشہور مقامات ہیں جہاں انگریز ہمیشہ
گرمیوں میں جا رہتے ہیں۔ کشمیر میں انگریزوں کی عملداری[3] نہیں ہے۔ مہاراج گلاب سنگھ
حاکم کشمیر تھا۔ اب اس کا پوتا مسند نشین[4] ہے انگریزوں کو خراج[5] دیتا ہے۔ کشمیر میں میوے چاول
زعفران، شال، دوشالے خوب ہوتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کشمیر دنیا کی بہشت ہے۔ اور سچ
ہے آب و ہوا کے اعتبار سے کشمیر سے بہتر روئے زمین پر کوئی جگہ نہیں۔

ہندوستان میں بندھیاچل، اراولی پربت وغیرہ اور بھی پہاڑ ہیں۔ مگر ہمالیہ کی شان کو نہیں
پاسکتے۔ پہاڑوں میں شادابی[6] بہت ہوتی ہے۔ جابجا چشمے سرد و خوش گوار پانی کے رواں
ہیں۔ رنگ برنگ کے پھول کھلے ہیں۔ جانور درختوں پر کلولیں کرتے ہیں۔ عجیب لطف ہوتا ہے
پہاڑوں سے جس طرح پانی نکلتا ہے آگ بھی نکلتی ہے۔ ایسے پہاڑوں کو جن سے آگ نکلے ہندو
جوالا مکھی اور مسلمان کوہ آتش فشاں[8] کہتے ہیں۔ کبھی پہاڑوں سے ایسی زور کی آگ نکلتی ہے
کہ پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں چٹک جاتی ہیں۔ اور انکے صدمے سے تمام زمین ہل جاتی ہے جسکو
زلزلہ اور دیہاتی ہالا اور بھونچال کہتے ہیں۔ پہاڑوں میں لعل، ہیرا، فیروزہ، سرمہ، گندھک
لوہا، تانبا، سیسہ، رانگا، سیماب یعنی پارا، سونا، چاندی وغیرہ نکلتا ہے۔ اور جس جگہ سے یہ چیزیں
نکلتی ہیں انکو کان یا کھان کہتے ہیں۔ بہت اونچے پہاڑوں پر برف پڑتا ہے اور گرمیوں میں وہی

[1] برداشت کرنیوالے [2] ضرور [3] سلطنت، حکومت [4] مسند پر بیٹھنے والا [5] محصول [6] سرسبزی [7] جوش [8] آگ سے جو اُگلا

برف آفتاب کی گرمی سے پگھل کر چشموں کی راہ دریاؤں میں پانی ہوکر بہتا ہے - بڑے بڑے دریا سب پہاڑوں سے نکلے اور سب سمندروں میں جا کر گرے ہیں - زمین کے اندر اندر ہزاروں چشمے پانی کے بہتے ہیں اور جہاں کو کھودتے ہیں پانی نکلتا ہے - پانی اصل میں شیریں ہے لیکن زمین میں بدمزہ مٹی اور چیزوں کے ملنے سے تلخ اور کھاری بھی ہوجاتا ہے -

پانی گرمی پاکر ہوا بن جاتا ہے - ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولھے پر رکھ دیا جائے اور آنچ کی جائے تو تھوڑی دیر میں بھاپ ہوکر پانی اُڑ جائے گا - لیکن یہ بھاپ پھر بھی پانی بن سکتی ہے - اگر دیگچی میں سرد پانی بھر دیا جائے تو وہی بھاپ پہلے پانی سے ہوا ہوکر اٹھتی اور پھر پانی کے قطرے بن بن کر دیگچی میں ٹپکنے جائیگی - اسی اصول پر برسات یا گندہ بہار میں پانی آسمان سے برستا ہے - زمین کو دیگچی کا پیندا فرض کرو - آسمان بطور چینی کے ہے اور آگ کی جگہ آفتاب گرمی کی دھوپ کیسی سخت ہوتی ہے - جب پتھر دھوپ میں تپ جاتے ہیں تو پاؤں نہیں رکھا جاتا - سبز درخت دھوپ سے سوکھ جاتے ہیں - اناج پک اٹھتا ہے - سایہ میں رکھا ہوا کھانا بُس جاتا ہے - یہ سب گرمی کا اثر ہے - آدمی اور جانوروں سے عرق نکلنے لگتا ہے - اندر کی گرمی بدن کے سوراخوں کی راہ جن کو مسام کہتے ہیں باہر نکلتی ہے اور یہاں باہر کی سرد ہوا پاکر پسینہ بن جاتی ہے جس طرح چینی میں بھاپ پانی بن بن کر ٹپکتی ہے - آفتاب کی گرمی سے سمندر کا پانی بھی پکنے لگتا ہے - اس سے بھاپ اٹھتی ہے - اس بھاپ کا نام بادل ہے اور بادل اوپر کی طرف بلند ہوتے جاتے ہیں - اور اوپر سرد ہوا میں پہنچکر پانی بنکر برستے ہیں گرمیوں میں زمین خوب تپ جاتی ہے اور بہت بھاپ اس تپش سے اٹھتی ہے - اسی واسطے گرمیوں کے بعد برسات بڑے زور شور کی ہوتی ہے - اکثر دو مہینے برابر پانی برسا کرتا ہے دریا - ندی - نالے ابل پڑتے ہیں - پھر جاڑا شروع ہوتا ہے تو بہ نسبت گرمیوں کے آفتاب زمین سے بہت دور ہوجاتا ہے اور اسی واسطے آفتاب کی تیزی کم ہوجاتی ہے - گرمیوں میں

لہ پتھر ۲ بو ۳ قاعدہ ۴ پسینہ ۵ ...

جس دھوپ سے بھاگ کر سائبانوں اور پردوں میں چھپتے پھرتے ہیں جاڑوں میں
تیج کو وہی دھوپ کیسی پیاری لگتی ہے۔ جیتنی دھوپ میں کچھ گرمی باقی رہتی ہے اُس واسطے
زمین سے بھاپ کم اُٹھتی ہے۔ اور جاڑوں میں بہت تھوڑا پانی برستا ہے۔ جاڑوں کی برسات
کا نام گندہ بہار ہے۔ برسات میں جو غلہ بویا جائے اور جاڑے کی آمد میں کاٹا جائے جیسے
جوار، باجرہ، ماش، مونگ، تل وغیرہ فصل خریف یا پیداوار خریف کہا جاتا ہے۔ اور جو غلہ
جاڑے میں بوتے اور گرمی کی آمد میں کاٹتے ہیں جیسے گیہوں، چنا، جو، ارہر وغیرہ اسکو
فصل ربیع یا پیداوار ربیع بولتے ہیں۔ زمین کو جوت کر بیج بوتے ہیں تو غلہ پیدا ہوتا ہے اس
غلے کو آدمی اور جانور کھاتے ہیں۔ گرمی اور جاڑے اور برسات کے علاوہ دو موسم اور ہیں
خزاں اور بہار۔ خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں جاڑے کا اخیر ہوتا ہے۔ پھر نئے
پتے نرم و سبز نکلتے ہیں۔ پھول کھلتے ہیں تو وہ گرمی کا شروع ہوتا ہے اور جاڑے کی
رخصت نہ بہت گرمی نہ بہت سردی۔ موسم معتدل۔ اسی کو بہار کہتے ہیں۔ جاڑے میں
جب پانی برستا ہے تو ازبسکہ ہوا خوب سرد ہوتی ہے۔ زمین پر گرتے گرتے پانی جم کر اولا بنجاتا
ہے۔ بجلی ایک طرح کی گرمی ہے جو بادلوں میں ہوتی ہے۔ اور ایک بادل سے نکل کر زور کے
ساتھ دوسرے بادل میں جاتی ہے اور اُس کی روشنی اور کڑک زمین پر ہم لوگ دیکھتے اور سنتے
ہیں۔ کبھی کبھی بجلی زمین پر گرتی ہے تو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ سیاہ رنگ کی چیز اور پیتل اور
لوہے پر بجلی گرتی ہے۔ اور ریشم اور شیشے اور نوک دار چیز سے بھاگتی ہے۔ جس مکان کی
چھت پر نوک دار سلاخیں گاڑدی جائیں وہ بجلی سے محفوظ رہیگا۔

اناج کے علاوہ درختوں کے پھل پھول اور جانوروں کا گوشت بھی آدمی کھاتے ہیں بعض
میوے بہت مزے کے ہوتے ہیں۔ انار، سیب، پستہ، کشمش، انگور وغیرہ یہ میوے پہاڑوں کے
سرد مقامات میں بہت پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کا میوہ آم ہے۔ اگر اچھا قلمی زمین کا ہو

[illegible]

تو سب میووں سے بہتر ہوتا ہے خوش ذائقہ خوشرنگ، خوش بو، عرق پتلا اور میٹھا گٹھلی چھوٹی، پوست باریک سبحان اللہ کیا بات ہے۔ خربوزہ، تربوز بھی مزیدار چیز ہے مگر تربوز کو نقصان کے ڈر سے لوگ کم کھاتے ہیں۔ زمین پر بہت بڑے بڑے ملک آباد ہیں۔ انگریزوں کی ولایت کو انگلستان اور جہاں حج کو جاتے اُس کو عرب اور جہاں فارسی بولی جاتی ہے اُس کو فارس اور عجم کہتے ہیں۔ امریکہ، روم، چین، فرانس یونان بھی بڑے مشہور ملک ہیں۔ امریکہ کو نئی دنیا بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تین یا پانچ تین سو برس سے اُس کا ہونا معلوم ہوا ہے۔

ہر ملک میں ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ اس ہندوستان میں پہلے ہندو راجہ تھے پھر مسلمانوں نے آکر فتح کیا۔ اور سات سو برس کے قریب تک اہل اسلام اس پر بادشاہت کرتے رہے اب سو برس سے انگریزوں نے اس ملک پر کامل قبضہ کر لیا ہے۔ انگریزوں کا بادشاہ ان دنوں عورت ہے جس کا نام ملکہ وکٹوریہ ہے۔ ان کا شوہر ملک جرمنی کا شاہزادہ تھا اب چند سال سے ملکہ وکٹوریہ بیوہ ہو گئی ہیں۔ بڑا بیٹا البرٹ پرنس آف ویلز ولیعہد ہے۔ ہندوستان میں ملکہ کی طرف سے ایک وزیر رہتا ہے جس کو گورنر جنرل کہتے ہیں اور عام لوگ لاٹ صاحب۔ ملکہ وکٹوریہ انگلستان کے شہر لندن میں رہتی ہیں۔ اس سلطنت میں آرام اور امن بہت ہے۔ اور انگریزوں کی قوم نہایت دانشمند ہے۔ انھوں نے ملک داری کا قانون قاعدہ بہت درست کیا ہے۔ گنگا کی شاخ نہر اور ریل اور تار برقی یہ تین چیزیں بڑے نمود کی انگریزوں کی عملداری میں یہاں جاری ہوئیں۔ اب ہندوستان میں انگریزوں کے سوائے کوئی دوسرا بادشاہ نہیں ہے انگریزوں نے اپنی خوشی سے نواب اور راجہ بنا رکھے ہیں۔ غدر سے پہلے تک لکھنؤ میں واجد علی شاہ اور دہلی میں بہادر شاہ برائے نام بادشاہ تھے۔

لہ [illegible] ۵ے کھاں

واجد علی شاہ نے ناچ رنگ میں نام کی سلطنت غارت کی اور بہادر شاہ نے غدر میں
اب کشمیر. پٹیالہ. کپورتھلہ. گوالیار، جودھ پور، اودے پور، جے پور، اندور میں بڑے بڑے
راجہ ہیں۔ اور رام پور. ٹونک. حیدرآباد. بہاولپور میں نواب۔ صرف بھوپال میں سکندر بیگم
تھیں۔ اب اُن کی بیٹی شاہجہاں بیگم مسندنشین حکومت ہیں۔ یہ راجہ اور نواب اور
بیگم سب انگریزوں کے زیرحکومت ہیں اور خراج دیتے ہیں۔ ہندوستان کے باہر
روس روم فارس فرانس چین میں بڑے بڑے بادشاہ ہیں۔ روس اور فرانس میں
بھی انگریزوں کی سلطنت ہے مگر ات انگریزوں کی نہیں۔
روم اور فارس میں مسلمانوں کی۔ چین میں ہندو بادشاہ ہے۔
یہ بادشاہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ سلطان روم اور شاہ فرانس اور
ملکۂ انگلستان ایک طرف اور شاہ روس اور شاہ ایران دوسری طرف تھے۔ بڑی بھاری
لڑائی ہوئی تھی۔ روس نے شکست[۵۱] کھائی۔
ان دونوں بادشاہوں کی لڑائی کا ایک بڑا خوفناک نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ پرشیا[۵۲]
کی افواج غالب[۵۳] ہے شاہ فرانس کو قید کرکے ملک فرانس کو جو آبادی اور ثروت[۵۴] اور
تکلفات زندگی کے ایجاد میں روئے زمین پر اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یکسر[۵۵] خاک سیاہ
کردیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار[۵۶]۔
کابل میں مسلمان امیر و حاکم ہے۔ مگر وہاں کے لوگ آئے دن آپس میں لڑا کرتے ہیں کوئی
دن جاتا ہے کہ آپس میں کٹ کٹا کر کھپ جائیں گے۔
روئے زمین پر انگریزوں سے زیادہ کوئی زبردست بادشاہ نہیں ہے۔ روس ان کی ٹکر
کا ہے مگر اُس کے پاس اتنا روپیہ نہیں اور ملک اُس کا اُجاڑ ہے۔
خشکی میں جابجا دریا بہتے ہیں۔ اُن میں سے گنگا جمنا ہندوستان میں بہت مشہور ہیں

۵۱ یعنی ہار گیا ۵۲ شاہنشاہ جرمن ۵۳ غالب ۵۴ تمول۔ دولت ۵۵ بالکل ۵۶ پس عبرت پکڑو تم اے آنکھ والو!

اس واسطے کہ ہندو ان کی پرستش کرتے ہیں ورنہ سندھ اور گنگا بہت بڑے دریا ہیں پنجاب میں ستلج، بیاس، راوی، چناب، جہلم پانچ دریا ہیں اور پانچوں دریائے سندھ میں مل گئے ہیں۔ گنگا، جمنا الہ آباد کے قلعے کے نیچے مل گئی ہیں۔ دریاؤں میں کشتیاں چلتی ہیں اور کہیں دریاؤں پر پل بنا ہوتا ہے۔ دہلی میں ریل کا پل بہت عمدہ ہے۔ ہندوستان میں ہزاروں شہر ہیں ان میں دہلی، لاہور، آگرہ، لکھنؤ، بنارس، کلکتہ، حیدرآباد، مدراس، بمبئی، بڑے مشہور شہر ہیں اب کلکتے سے بڑھکر ہندوستان میں کوئی شہر نہیں۔ یہ شہر انگریزی عملداری میں بسا۔ اور چونکہ گورنر جنرل[1] صاحب کا قیام گاہ ہے اب اس کو دارالخلافہ یا دارالسلطنت کہنا چاہئے۔ ورنہ پہلے دہلی دارالسلطنت تھی۔ چونکہ دنیا کی سب حالتیں بدلتی ہیں شہر بھی کبھی بستے کبھی اجڑتے ہیں۔ قنوج ایسا گمنام ہے کہ تم اس کے پاس کو آئے گئے مگر تم نے اس کا نام بھی نہ سنا ہوگا پہلے بہت بڑا شہر تھا اب گاؤں رہ گیا ہے سومنات ویران کا بھی شہر تھا اب گاؤں سے بدتر ہے۔ کانپور، میرٹھ اور چھاؤنیوں کے مقامات حال میں آباد ہوتے گئے ہیں۔ بعض شہروں میں کوئی چیز نامی اور مشہور بھی ہوتی ہے کشمیر کا زعفران اور دوشالہ اور قلمدان۔ لاہور کے ریشمی ازاربند۔ آگرہ میں سنگ تراشی کا کام اور دری۔ دہلی میں سادہ کاری اور مرصع زیور اور جوتہ۔ بنارس کا کلبدن اور کمخواب۔ لکھنؤ کا تاش بادلہ اور بدری اور خربزہ۔ متھرا کی کھرچن چھپرا کے پیڑے۔ جونپور کا خوشبودار تیل۔ قنوج اور غازیپور کا گلاب اور چوڑیاں۔ گورکھپور کا اناس گوالیار کا رنگ۔ مرادآباد کے بدھت کے برتن پیلی بھیت کے چاول۔ شاہجہانپور کا قند۔ کالپی کا کاغذ اور مصری۔ مئو رانی پور کا کھاروا۔ چندیری کی پگڑی۔ پانی پت کا کمل۔ ڈھاکے کی ململ۔ گجرات کی تلوار۔ سنبھل کی کنگھی۔ امروہے کی مٹی کے باسن۔ جہانسی کا کیوڑہ۔ بھیسے کا تمباکو۔ مہوبے کا پان۔ بریلی کی چمت۔ ملتان کی کمان فیض آباد کا صندوقچہ۔

شہروں کے باشندوں میں گفتگو نشست[2] وبرخاست کا سلیقہ[3] بنسبت دیہاتی آدمیوں کے

---

[1] یعنی وہ جو سب سے بڑا حاکم انگریزوں کی طرف سے ہندوستان میں رہتا ہو۔ [2] نشست برخاست اٹھنا بیٹھنا [3] تمیز

زیادہ ہوتا ہے شہری لوگ خوش خوراک خوش پوشاک نازک اور تکلف کے پابند ہوتے ہیں اور دیہاتی لوگوں کی وضع سادہ بے تکلف۔ موٹا کھانا۔ موٹا کپڑا۔ یہ لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں دنیا میں لوگ کئی طرح سے اپنی معاش پیدا کرتے ہیں کوئی کاشتکاری کرتا ہے کوئی نوکری کوئی سوداگری۔ کوئی کسی طرح کا پیشہ۔ نوکری میں خدمت گاری سے لیکر بڑے معزز عہدوں تک بہت طرح کے درجے ہیں۔ سوداگری بھی مختلف طرح کی ہے سب سے عمدہ طریقہ معاش حاصل کرنے کا اس زمانے میں سوداگری ہے۔ اس کے بعد زمینداری اور سب سے کمتر درجے میں پرائی تابعداری جس کو نوکری کہتے ہیں۔ پیشوں میں طبابت سب سے عمدہ ہے۔

مذہب

دنیا کی پیدائش کو سات ہزار برس سے زیادہ گذرے۔ سب سے پہلا آدمی آدم تھا جس کو خدا نے خاک سے پیدا کیا۔ وہ بہشت میں رہتا۔ باغوں میں سیر کرتا اور ہزاروں طرح کے مزے دار میوے کھاتا۔ سلسبیل اور تسنیم جنت کی نہروں کا پانی پیتا جو برف سے زیادہ سرد شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید ہے۔

خدا کی آدم پر بڑی مہربانی تھی تمام فرشتے جو خدا کی درگاہ میں حاضر باش تھے سب آدم کا ادب کرتے خدا نے آدم کو حکم دیا کہ تو بہشت کے میوے کھا اور چین سے بہشت میں سیر کیا کر تجھکو بہشت میں نہ بیماری ہوگی اور نہ رنج اور نہ تو مرے گا لیکن گیہوں کا دانہ جو بہشت میں ہے اُس کو ہرگز نہ کھانا ورنہ بہشت سے نکال دیا جائیگا۔

آدم جنگل میں اکیلا تھا۔ ہم جنس کے نہونے سے گھبراتا۔ خدا کو آدم کا پاس خاطر اتنا منظور تھا کہ اُس کا جی بہلنے کے واسطے ایک عورت کو اُسی کے پہلو سے پیدا کیا جس کا نام حوا تھا اور وہ پہلی عورت تھی۔ آدم شوہر ہوا اور حوا اُس کی بی بی۔ دونوں آرام کے ساتھ

---

۱ محنتی ۲ کھیتی باڑی ۳ حکیمی ۴ سلسبیل اور تسنیم دونوں بہشتی نہروں کے نام ہیں

بہشت میں رہا کرتے تھے۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تھا سب فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ تعظیم کرو شیطان فرشتوں کا اُستاد تھا۔ اُس نے انکار کیا اور کہا کہ آدم خاک ناچیز سے پیدا ہوا اور میں چمکتی آگ سے بنا ہوں۔ میں آدم کی تعظیم نہیں کرونگا۔ اسی نافرمانی اور تکبر سے شیطان پر خدا کی لعنت[1] ہوئی۔ اور جنت سے نکالا گیا۔

شیطان کو جنت سے نکلنے کا بڑا رنج تھا اور وہ آدم کا جانی دشمن بنا اور اس فکر میں ہوا کہ کسی طرح آدم بھی بہشت سے نکالا جائے آدم مرد تھا اُس کے قابو میں نہ آیا۔ حوا عورت کم عقل کو شیطان نے بہکایا اور گیہوں کا دانہ کھانے پر آمادہ کیا۔ حوا کے کہنے سے آدم نے بھی گیہوں کھایا۔ اُس سے فضلہ[2] پیدا ہوا اور اُن کو حاجت بشری[3] نے ستایا جس طرف کو جاتے بہشت کے درخت کہتے دُور رہو۔ اس نجاست کو ہمارے پاس مت لاؤ۔ خدا نے آدم کو اس حال میں دیکھا اور پوچھا کہ آدم تیرا کیا حال ہے۔ آدم نے کہا میں نے گیہوں کھا لیا خدا نے کہا دُور رہو میرے سامنے سے اے آدم تو نے میرا حکم نہ مانا اور شیطان کی صلاح اختیار کی نکل جا میرے باغ ہیں سے میں تیرا موُنھ دیکھنا نہیں چاہتا۔ آدم اور حوا دونوں زمین پر پھینک دیئے گئے مدت تک آدم اپنی خطا پر روتا رہا آخر کو خدا نے رحم کر کے اُس کا قصور معاف کیا۔ لیکن کہا کہ اب تو جنت میں رہنے کے لائق نہیں ہے زمین پر رہا کر اور زمین پر حکومت کر تیری اولاد اس پر آباد ہوا اور اسی کی مٹی سے اپنا پیٹ پورا کریں اسی میں برکت دونگا اور زمین تیرے واسطے طرح طرح کے پھل پھول اُگایا کرے گی۔ آدم اور حوا زمین پر رہنے لگے ان سے اولاد ہونی شروع ہوئی۔ آدم کے جیتے جی اُس کے پوتے پروتے نواسے کنواسے ایک لاکھ کے قریب تھے۔ شام کے ملک میں آدم کی نسل چلی اور جب آدمی زیادہ ہوئے تو ادھر اُدھر پھیل کر بستے گئے یہاں تک کہ آدم کی نسل نے تمام زمین کو گھیر لیا۔ سمندر کے ٹاپو اور پہاڑوں کی کھوہ تک آدمی بسنے لگے۔ ہم سب اُسی آدم کی نسل میں ہیں۔

---

[1] پھٹکار [2] غذا کا پھوک [3] یعنی پیشاب پاخانہ

ہر چند آدم بہشت سے نکالا گیا تھا اور اس پر خدا کا غصہ ہو چکا تھا مگر چونکہ خدا نے اُسکو بنایا تھا
اور فرشتوں پر اُس کو بزرگی[۱] دی تھی خدا کو آدم کا پاس خاطر پھر بھی ملحوظ[۲] رہا۔ اُس کو زمین پر آکر
کھانے پینے رہنے اور پہننے کا سامان بہم پہنچانا بڑی مصیبت تھی وہ بالکل ان کاموں سے
ناواقف تھا اور ہر بات میں خدا سے ہدایت چاہتا تھا۔ خدا نے آدم سے وعدہ کیا کہ تو
میری درگاہ سے نکالا گیا ہے اور ہر چند کہ دنیا میں بیماری اور رنج کی مصیبت اور آخر کو موت
کی سختی تو اور تیری نسل سہے لیکن مرنے کے بعد پھر تم کو جنت مل سکے گی۔ بشرطیکہ میرا حکم
مانتے رہو اور نافرمانی اور خونریزی[۳] اور بدکاری نہ کرو۔ میں اپنا حکم تم پر بھیجتا رہوں گا جو میرے
حکم پر چلیں گے میں اُن سے خوش رہونگا اور مرنے کے بعد بہشت میں جگہ دونگا اور جو نافرمانی
کریگا وہ دوزخ میں رکھا جائیگا۔ جہاں کھانے کو کانٹے اور پینے کو لہو اور پیپ اور سونے کو دہکتے
ہوئے لوہے کی سلیں ہونگی۔ تھوڑے دن تک خدا آسمان پر ظاہر ہوتا رہا پھر فرشتوں کی
معرفت[۵] آدم کی نسل پر خدا کا حکم اُترا۔ لیکن نافرمانی جو پہلے آدم نے کی اُس کی خاصیت
اُس کی نسل میں بھی ظاہر ہوئی اور قیامت تک ظاہر رہیگی آدم کی اولاد نے خدا کے
حکم کو نہ مانا اور آدم کے بیٹے ہابیل نے اپنے بھائی قابیل کو مار ڈالا۔ اور اول مرتبہ زمین کو
خون ناحق سے ناپاک کیا۔ یہاں تک آدم کی نسل نے سر اُٹھایا کہ خدا نے اُن کے سمجھانے
کو پیغمبر[۶] بھیجے پیغمبر بھی آدمی تھے لیکن نیک اور خدا کا حکم ماننے والے۔ خدا کو جو حکم دینا منظور
ہوتا ان پیغمبروں کے واسطے سے آدمیوں کو سنایا جاتا تھا۔ پھر بھی آدم کی اولاد نافرمانی سے
باز نہ رہی۔ اور خدا سے ہمیشہ سرکشی[۷] کرتی رہی۔ جو پیغمبر آتا اُس کو جھٹلاتی اور اُس سے مقابلہ
کرتی تب خدا نے پیغمبروں کو معجزے کی طاقت دی یعنی جس کام کے کرنے سے آدمی عاجز
ہو وہ کر دکھاتے تھے سیکڑوں برس کے مُردوں کو جلا اٹھایا۔

---

۱ بڑائی ۲ منظور ۳ خون بہانا یعنی کسی کو جان سے مارنا ۴ بُرے کام کرنا ۵ ذریعہ واسطہ ۶ پیغام لیجانے والا۔ مگر یہاں مراد ہے وہ شخص جو خدا کا حکم بندوں کو پہنچاتا ہے ۷ نافرمانی

مادر زاد اندھوں[1] کو نور بینائی[2] بخش دیا۔ لولے لنگڑوں کو بات کی بات میں توانا اور تندرست کر دیا۔ بہتے ہوئے دریا روک دیئے۔ لات مار کر پتھروں سے نہریں بہا دیں غیب کی خبریں سنائیں۔ غرض ہزاروں طرح کی عجیب باتیں ہوئیں۔ پھر بھی آدم کی اولاد باز نہ آئی کمبختوں نے معجزے کو جادو اور پیغمبروں کو جادوگر بتایا۔ اور پیغمبروں کی جان کے لاگو ہوئے کسی کو قتل کیا کسی کو پھانسی دی۔ تب خدا نے ان کو سزا دینی شروع کی۔ قحط پڑے وبائیں نازل ہوئیں۔ آسمان سے پتھر برسے۔ زمین کے تختے کے تختے الٹ دیئے یہاں تک کہ نوح پیغمبر کے وقت میں سب کو ڈبو دیا کہ زمین اس ناپاکی سے صاف ہو۔ لیکن آج کے دن تک آدم کی اولاد خدا کا مقابلہ کرتی جاتی ہے اور اس سے منحرف[3] ہی۔

بعض خدائی کا دعوی کر گذرے ہیں اور ایسے تو ہزاروں خدا کے بندے اب بھی ہیں جو خدا کو نہیں مانتے اور ان کی عقلیں اس بات کو جائز رکھتی ہیں کہ دنیا کا یہ تمام انتظام جس کی بنیاد[4] نہایت دانشمندی اور حکمت پر ہے خود بخود چلا جاتا ہی۔ خدا کو خوب معلوم ہی کہ اس نے کتنے پیغمبر بھیجے ہیں لیکن اس مقام پر چھ پیغمبروں کا حال مختصر[5] جو زیادہ دلچسپ ہے لکھا جاتا ہی۔

حضرت نوح علیہ السلام[6]

حضرت نوح کی عمر بہت بڑی ہوئی ان کے وقت میں آدمی بالکل خدا کو بھول گئے تھے حضرت نوح کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت نوح تمام دن لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے اور ایمان کی راہ دکھاتے۔ برسوں برابر وعظ کرتے رہے مگر لوگوں پر مطلق اثر نہوا۔ بلکہ لوگ نوح کے دشمن ہوتے گئے اور ان کی خدمت میں گستاخیاں[7] کرنے لگے پتھر مارتے اور ان کو برا کہتے۔ اور حضرت نوح خدا کیواسطے تکلیفیں سہتے۔ آخرکار حضرت نوح کو ناامیدی ہوئی۔ اور جان سے تنگ کر

---

[1] پیدایشی اندھے یعنی جو ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہوئے [2] روشنی [3] ہار از الا [4] کال [5] پھری بہلی [6] جڑ [7] تھوڑا خلاصہ [8] ان پر سلام [9] بے ادبی

لوگوں کے واسطے بد دعا کی۔ خدا نے نوح سے فرمایا کہ میں ان نافرمان اور سرکش دنیا کے لوگوں کو ڈبو دوں گا تاکہ زمین پر گناہ باقی نہ رہے۔ صرف اُن لوگوں کو بچاؤں گا جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اور میرا حکم مانتے ہیں۔ یہ فرما کر خدا نے نوح کو حکم دیا کہ تو ایک کشتی تیار کر۔ حضرت نوح نے کشتی بنانی شروع کی۔ اور لوگوں کو بہت سمجھایا کہ دیکھو خدا کا غضب بہت جلد نازل[1] ہونیوالا ہے اب بھی تم لوگ ایمان لاؤ تاکہ خدا کا قہر ٹل جائے۔ لوگوں نے نوح کو کشتی بناتے ہوئے دیکھکر مسخرہ پن شروع کیا کہتے تھے کہ نوح کو جنوں ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ کشتی بن چکی اور نزولِ عذاب کا وقت آپہنچا۔ خدا کے حکم سے نوح نے ایمان والوں کو کشتی میں بٹھالیا۔ اور ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا رکھ لیا۔ اس کے بعد موسلا دھار پانی خدا کے حکم سے برسنا شروع ہوا۔ چالیس شبانہ روز (رات دن[2]) برابر غضب کا پانی برسا۔ زمین کے سوتے اور چشمے خدا کے حکم سے اُبل پڑے اونچے پہاڑ سب پانی میں ڈوب گئے اور تمام دنیا غرقِ آب (ڈوبنا[2]) ہوئی۔ صرف نوح کی کشتی خدا کی مرضی سے بچ گئی حضرت نوح کا بیٹا کافر تھا وہ بھی ڈوب گیا۔ اسواسطے کہ اُس نے باپ کا کہنا نہیں مانا تھا۔ جب تمام دُنیا ڈوب گئی تو پانی کھل گیا۔ اور رفتہ رفتہ[3] جو زمین پر برسا تھا جذب ہوا اور کوہ جودی[4] پر نوح کی کشتی ٹھہری اور ایمان والے جو عذاب طوفان سے نوح کی حمایت میں بچ گئے تھے زمین پر بسے اور پھر اُن کی نسل پھیلنی شروع ہوئی۔ چند روز کے بعد لوگ عذابِ طوفان کو بھول گئے اور اس ذکر کو کہانی سمجھنے لگے اور پھر بدکاری ہونے لگی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ[5]

حضرت ابراہیم سنِ طفولیت[6] سے بڑے ذہین تھے۔ ہر ایک بات کی تہ کو سوچتے اور غور کیا کرتے جب جوان ہوئے تو خدا کا شوق خود بخود اُن کے دل میں پیدا ہوا۔ انھوں نے عقل کے زور سے دریافت کیا کہ دنیا میں کوئی چیز بے بنائے نہیں بنتی۔ مٹی کا آبخورہ تک کمہار بناتا ہے

[1] اترنے والا [2] ڈوبنا [3] آہستہ آہستہ [4] یہ ایک پہاڑ ہے [5] خدا کے دوست مطلب حضرت ابراہیم کا [6] لڑکپن

اور لوہے کی ذراسی کیل بھی لُہار گھڑتا ہی۔ ابراہیم نے سوچا کہ آسمان اور زمین اور پہاڑ اور رنگ
برنگ درخت اور جانور اور آدمی بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان سب کا بنانے والا
وہی خدا ہی اور وہی پرستش اور عبادت کے قابل ہی۔ اُس کو تلاش کرنا چاہیئے کہ وہ کون ہی اور
کہاں ہی۔ حضرت ابراہیم ایک جنگل میں کھڑے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ اتنے میں بدر یعنی چودھویں
رات کا پورا چاند بڑی شان سے طلوع ہوا۔ حضرت ابراہیم کو یہ خیال ہوا کہ یہی خدا ہی۔ پھر چاند
غروب ہوگیا اور اوس کی روشنی غروب ہونیکے وقت پھیکی اور ماند ہوگئی۔ تب حضرت ابراہیم نے
سوچا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اُس کی حالت میں یہ تغیر واقع نہ ہوتا۔ اسی سوچ میں صبح تک کھڑے رہے
اتنے میں آفتاب نکلا اس چمک سے کہ آنکھ سامنے نہیں ہوتی تھی تب حضرت ابراہیم نے کہا ہو نہ ہو
خدا یہ ہی اور چاند سے بہت بڑا ہی۔ آخر کو آفتاب بھی ڈھلنے لگا اور اس کی تیزی اور روشنی بھی کم ہونے
لگی تب حضرت ابراہیم نے جانا کہ جو کچھ ہم دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے ہیں خدا نہیں ہی اور خدا کا نور ایسا
نہیں ہی کہ ہماری آنکھوں میں سما سکے اور حضرت ابراہیم نے صدق دل سے اقرار کیا کہ جس نے چاند اور
سورج بنائے وہ خدا ہی جو ہماری آنکھوں میں سمانے سے بری ہی۔ ابراہیم کا اس طرح کا ایمان خدا کو پسند
ہوا۔ اور خدا نے ابراہیم کو پیغمبر گردانا اور ابراہیم نے وعظ اور نصیحت کرنا شروع کیا۔ ہر چند لوگوں کو
سمجھایا کسی نے بھی اُن کی بات نہ مانی بلکہ لوگ اُن سے ہلاک کرنے کے درپے ہوئے ایک بہت بڑا
انبار لکڑیوں کا جمع کیا اور اُس میں آگ لگا دی اور زبردستی ابراہیم کو پکڑ بھڑکتی آگ میں ڈالدیا چونکہ
ابراہیم خدا کا دوست تھا خدا نے اس تکلیف کے وقت اُس کی خبر لی۔ اور اپنی قدرت سے آگ کو باغ
اور انگاروں کو پھول اور لپٹ کو نسیم بنا دیا ابراہیم کا یہ معجزہ دیکھکر بہت لوگ ایمان لائے۔
حضرت ابراہیم کی ایک بات مشہور قابل تذکرہ ہی جس سے ثابت ہی کہ ابراہیم بڑا ایماندار آدمی
تھا۔ وہ یہ کہ اسمٰعیل اپنے بیٹے کے ساتھ ابراہیم کو بڑی محبت تھی۔ جیسے کہ تمام دنیا کے باپوں
کو ہوتی ہے۔ اور خدا کا یہ حکم ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ مجکو چاہو۔ خدا کو منظور ہوا کہ

سلہ نکلا سلہ ڈوب گیا سلہ ڈھیر سلہ ٹھنڈی ہوا

ابراہیم کا امتحان لوں اور دیکھوں کہ ابراہیم بیٹے کو زیادہ چاہتا ہے کہ مجھکو اور خدا نے ابراہیم کو خواب میں حکم دیا کہ اسمعیل کو میرے واسطے ذبح کر۔

بیشک یہ بڑا سخت امتحان تھا لیکن ابراہیم کا ایمان بڑا پکا تھا۔ اُس نے صبح اُٹھ اسمعیل سے کہا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تجھکو ذبح کروں۔ اچھوں کے اچھے ہوتے ہیں۔ واہ رے سعادتمند بیٹے اپنی جان کا کچھ خوف نہ کیا اور فوراً اسمعیل رضامند ہوگیا کہ بہت اچھا میں راضی ہوں مجھکو بے تامل ذبح کیجئے۔ اگر میری جان آپکے اور خدا کے کام آئے تو اس سے کوئی بات بہتر نہیں ہے۔ ابراہیم نے اپنے پیارے بیٹے اسمعیل کو خدا کے واسطے ذبح کرنے کو الگ پہاڑ پر لے گئے لیکن شفقت پدری کے سبب ہات کانپتا تھا مگر بھی دونوں باپ بیٹے خدا کے حکم کی تعمیل پر آمادہ تھے ابراہیم نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اور چاہتا تھا کہ اسمعیل کے حلقوم پر چھرا پھیر دے خدا کو یہ بندگی بہت پسند آئی اور اسمعیل کی جگہ جنت سے دُنبہ بھیجدیا اور وہ اسمعیل کی جگہ ذبح ہوا۔ ابراہیم تو سمجھا کہ میں نے بیٹے کا کام تمام کیا۔ لیکن خدا نے ابراہیم کو پکارا کہ اے ابراہیم تو ہمارا سچا بندہ ہے۔ ہم تجھ سے بہت راضی ہیں اور دیکھ تیرا بیٹا بھی بڑا نیک اور فرمانبردار بیٹا ہے اور ہم اُس کی سعادتمندی سے بہت راضی ہیں۔ اے ابراہیم تیری اولاد دین دین اور دنیا کے بادشاہ ہونگے۔ دین کے بادشاہوں سے پیغمبر مراد ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب کا تذکرہ[۱] اس وجہ سے اکثر ہوتا ہے کہ ان کے بیٹے حضرت یوسف کا قصہ بہت مشہور ہے۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف سب میں چھوٹے اور سب میں بلکہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت۔ حضرت یعقوب اُن کو بہت پیار کرتے تھے اس سے دوسرے بھائیوں کو حسد ہوتا تھا جس کی مذمت ہم نے اوپر لکھی ہے۔ یہاں تک کہ بھائیوں

[۱] ذکر۔ بیان

کے حسد کو ترقی ہوئی کہ حضرت یعقوب کو دہوکہ دیکر سیر و شکار کے حیلے سے یوسف کو لیجاکر جنگل کے کوئے میں ڈالدیا۔ اور حضرت یعقوب سے اطلاع کی کہ یوسف کو ہماری بیخبری میں بھیڑیا کھاگیا۔ اور قمیص[۱] خون آلودہ حضرت کو دکھایا۔ حضرت یعقوب کو بڑا صدمہ یوسف کی مفارقت[۲] کا ہوا۔ روتے روتے اندہے ہوگئے۔ لیکن مظلوم کا حامی[۳] ہمیشہ خدا ہوتا ہے۔ یوسف کو خدانے کوئے میں بچالیا۔ اتفاقاً اُدھر سے سوداگروں کا کوئی قافلہ[۴] جاتا تھا۔ اُن کو پانی کی ضرورت ہوئی۔ لوگ اُسی کوئے میں پانی لینے آئے۔ حضرت یوسف ایک ڈول میں بیٹھ لئے قافلے والے ان کو پاکر بہت خوش ہوئے۔ اور امیر قافلہ نے ان کو لیا اور اپنے دل میں کہا۔ اہا ایسا خوبصورت لڑکا کون یہاں ڈال گیا۔ ان دونوں بردہ[۵] فروشی کا رواج تھا۔ امیر قافلہ سوچا کہ اس کو کسی بادشاہ کے ہات بیچوں گا تو ہزاروں روپے ملیں گے چنانچہ مصر میں لیجا بادشاہ مصر کے ہات یوسف کو بیچ ڈالا۔ یوسف کی صورت اور سیرت[۶] دونوں اچھی تھیں۔ بادشاہ ان کو بہت پیار کرتا تھا۔ اُس کی عورت زلیخا یوسف پہ عاشق ہوئی۔ مگر حضرت یوسف پیغمبر زادے اور خود پیغمبر تھے۔ مالک کی امانت میں خیانت[۸] اور دست اندازی کو حرام سمجھے۔ یہاں تک کہ زلیخا نے تہمتِ ناحق لگاکر یوسف کو قید بھی کیا۔ مگر آپنے یہ تکلیف پسند[۹] فرمائی۔ اور خلاف حکم خدا کے مرتکب[۱۰] نہ ہوئے۔

خواب کی تعبیر میں حضرت یوسف کو بڑی مہارت اور استعداد تھی۔ یوسف قید میں تھے کہ شاہ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا اور کوئی شخص اُس کی تعبیر نہ دے سکا۔ بادشاہ کے دربار میں خراس کا تذکرہ ہوا کہ وہ غلام یوسف جو قید میں ہے اس کی تعبیر دے سکتا ہے۔ یوسف قید خانے سے طلب ہوئے اور خواب کی معقول تعبیر بیان کی۔ اور اسی تقریب میں اپنی بے جرمی بادشاہ اور درباروالوں پر ثابت کرکے قید سے رہائی[۱۱] پائی۔ بادشاہ مصر نے بڑے

[۱] کرتہ [۲] جدائی [۳] مددگار [۴] مسافروں کا گروہ [۵] غلاموں کا بیچنا [۶] خصلت [۷] آبرو۔ عزت
[۸] چوری [۹] پسند نہ کی [۱۰] چھٹکارا

معزز عہدے پر یوسف کو مقرر کر دیا۔ ان دنوں شام کے تمام ملک میں سخت قحط تھا۔ مصر میں یوسف کی حُسن تدبیر سے غلّہ ارزاں[1] تھا۔ دُور دُور سے لوگ مصر میں غلّہ خریدنے کو آتے تھے۔ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ اب یہاں کھانا نہیں ملتا تم لوگ مصر میں جاؤ اور غلہ لاؤ۔ یہاں یوسف نے اُن کو پہچان لیا۔ لیکن بھائیوں کو تو یہ یقین تھا کہ اتنی مدت کی بات ہے۔ یوسف کہیں مرکھپ گیا ہوگا۔ یہ لوگ یوسف کو نہ پہچان سکے۔ آخرکار یوسف نے اپنے تئیں ظاہر کیا۔ اور سب پتے بتائے تب یہ لوگ بہت نادم[2] ہوئے لیکن یوسف کیسے بڑے حوصلے کا آدمی تھا کہ انتقام[3] کا تو کیا مذکور اس نے بھائیوں سے اُن کی کج ادائی[4] کا شکوہ تک نہ کیا۔ اور باوجودیکہ بھائیوں نے نہایت درجہ کی بدسلوکی[5] کی تھی۔ پھر بھی یوسف کو اُن کا حال دیکھ کر نہایت تاسف[6] ہوا۔ اور حضرت یعقوب اور اپنے بھائیوں اور اُن کے بال بچوں کو اپنے پاس بلا لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام بڑے نمود کے نبی ہیں۔ کافروں کے ساتھ ان کو بڑے معرکے[7] پیش آئے حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر میں جا بسی تھی۔ اور مصر میں یعقوب علیہ السلام کی نسل بہت ہو گئی تھی۔ یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل بھی تھا۔ اس واسطے اولادِ یعقوب علیہ السلام بنی اسرائیل کہلائی۔ ان وقتوں کے پٹھان اپنے تئیں بنی اسرائیل کہتے ہیں اور یہودی لوگ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں مصر کے باشندے[8] بنی اسرائیل کی رسائی[9] پر حسد کرتے تھے کہ یہ لوگ غیر ملک ہمارے یہاں صاحب اختیار ہو گئے ہیں اور بعد یوسف علیہ السلام کے مصریوں نے بنی اسرائیل سے لڑنا شروع کیا یہاں

[1] سستا [2] شرمندہ [3] بدلا [4] بدسلوکی [5] افسوس [6] لڑائیاں [7] رہنے والے [8] بادشاہ کے ساتھ نزدیکی

تک کہ خود بادشاہ کا مزاج برگشتہ[1] کر دیا۔ اور حاکمِ وقت درپئے ایذائے بنی اسرائیل ہوا۔ نہ اُن کو
چھوڑتا تھا کہ اپنے ملک کو چلے جائیں اور نہ اپنے ملک میں عزت و آرام سے رہنے دیتا تھا ان سے
غلامی کراتا۔ بنی اسرائیل کی عورتیں چکی بیگاریں پیسا کرتیں۔ مرد لکڑی ڈھوتے اور اُپلے پاتھا
کرتے اور بڑے بڑے ظلم بنی اسرائیل پر مصری اور بادشاہ مصر کیا کرتے۔ ظلم خدا کو ہمیشہ سے ناپسند
ہے اور خدا ہمیشہ مظلوم کا حامی اور مددگار رہتا ہے۔ خدا نے بنی اسرائیل کی فریاد کو مہربانی سے
سنا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ گھبراؤ مت میں تم کو بہت جلد اس عذاب سے نجات دونگا۔
ان دنوں جادو اور نجوم[2] کا بڑا چرچا تھا۔ نجومیوں اور جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ اب
تیری سلطنت کا زوال[3] ہونیوالا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوا چاہتا ہے جو تجھکو ہلاک اور
تیری سلطنت کو غارت کریگا۔ فرعون نے عام حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو فوراً مار ڈالا
جائے۔ ہزاروں بیگناہ بچوں کا خون ہوا۔ لیکن خدا کا ارادہ کس کے روکے رُکتا ہے۔ اسی شورش[4]
میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بڑا خوف ہوا کہ
بس اب کوئی دم میں فرعون کے سپاہی اس کو آکر مار ڈالیں گے۔ خدا نے حکم دیا کہ اے عورت
تو ڈر مت تیرے بچہ کا میں حافظ[5] ہوں۔ یہی فرعون اس کو پالیگا اور فرعون کو اسی بچہ کے ہاتوں
سے ہلاک کروں گا تو اس کو صندوق میں بند کر اور میرا نام لیکر دریائے نیل میں ڈالدے اور
میری قدرت کا تماشہ دیکھ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بموجب حکم خدا کے موسیٰ
علیہ السلام کو صندوق میں رکھ بسم اللہ[6] کرکے دریا میں ڈالدیا۔ صندوق بہتے بہتے نہر کی دہار
میں پڑگیا۔ جو دریائے نیل سے نکل کر فرعون کے محل میں جاتی تھی۔ وہاں فرعون کی عورت
آسیہ لبِ نہر بیٹھی تھی۔ صندوق کو دیکھکر پکڑوا یا دیکھا تو بچہ نہ۔ خدا نے آسیہ کے دل میں موسیٰ علیہ السلام
کی محبت ڈالدی۔ آسیہ بڑی خدا پرست[7] تھی۔ اور فرعون کم بخت خود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور

---

[1] پھرا ہوا۔ بدلا ہوا [2] یہ ایک علم ہے جس میں ستاروں کے حساب سے دنیا کے آیندہ واقعات اور لوگوں کی قسمتوں کو دریافت کیا جاتا ہے [3] اتار۔ گھٹاؤ [4] بربادی [5] شور و غل [6] نگہبان [7] خدا کا نام لیکر [8] خدا کے پوجنے والے

فرعون کے کچھ اولاد نہ تھی آسیہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لیگئی کہ یہ بچہ میں نے نہر سے پایا۔ اسکو بیٹا بناؤں گی۔ کیسا پیارا بچہ ہی ہونہار معلوم ہوتا ہی۔ فرعون نے بھی کہا اچھا لیکن ایسا نہو یہ کسی بنی اسرائیل کا بچہ ہو۔ آسیہ نے کہا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کے تو حمل تک گروا دیئے جاتے ہیں بنی اسرائیل کا بچہ یہ نہیں ہی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے واسطے دایہ تلاش ہوئی شہر کی ہزاروں عورتیں بلائی گئیں موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ فرعون نے کہا دیکھو بنی اسرائیل میں سے کوئی دودھ والی عورت بلاؤ شاید اُس کا دودھ پیئے آخر کار جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن کا دودھ پیا اور یوں خدا نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو خدا نے فرمایا میں نے تجھکو کسی دوسرے کام کے واسطے پرورش کرایا ہی۔ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا ہی اور تمام لوگوں کو گمراہ کرتا ہی بنی اسرائیل کو ناحق کے عذاب دیتا ہی۔ تو اُس کو سمجھا اور تو آج سے میرا پیغمبر ہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے خدا میں نے فرعون کا نمک کھایا۔ اُس نے مجھکو پالا پرورش کیا۔ وہ میری بات کو کیا قبول کریگا دوسرے میری زبان میں لکنت[۱] ہی۔ بادشاہی درباروں میں لسّان[۲] اور گویا آدمی چاہئے جو تجھے دار تقریر سے لوگوں کے دلوں کو تسخیر[۳] کرے خدا نے فرمایا میں تجھکو معجزے[۴] دونگا تیرا ہات آفتاب سے زیادہ چمکیگا۔ تیری لاٹھی جو تو چاہیگا کریگی اور جو تو چاہیگا بنے گی۔ لکنت کا عذر معقول ہی سو تیرا بڑا بھائی ہارون بڑا گویا ہی۔ اس کو ساتھ لے اور جا کر جس طرح ہو سکے فرعون کو سمجھا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں خدا کا نام سُنکر فرعون کے کان کھڑے ہوئے کہ میں ہی ہوں میرے سوائے کوئی دوسرا بھی خدا ہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو خدا نہیں ہی خدا وہ ہے جس نے زمین، آسمان، چاند، سورج اور تمام دنیا کو پیدا کیا وہی مارتا اور وہی جلاتا ہی۔ فرعون نے کہا کہ اے نمک حرام تو اپنی حالت کو بھول گیا کل کی بات ہے کہ تو میرے گھر ٹکڑے کھاتا تھا۔ آج مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا

[۱] ہکلانا [۲] بہت بولنے والا [۳] قابو میں لانا [۴] باتونی

پہنچ ہی پرورش کا احسان جو تونے مجھ پر کیا میں اسکو مانتا ہوں لیکن تجھ سے بڑا مالک خدا ہے میں
اُس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور نہ تجھکو خدا مان سکتا ہوں۔ اور میں تجھکو اے فرعون
سمجھاتا ہوں کہ تو دعویٰ خدائی اور بنی اسرائیل کی ایذادہی سے باز آ ورنہ تو جان کھپائیگا
فرعون نے کہا کیونکر معلوم ہو کہ تجھکو خدا نے بھیجا۔ اس دعوی کی تو کیا دلیل رکھتا ہے موسیٰ
علیہ السلام نے ہات دکھایا جس کی روشنی سے تمام حاضرین دربار کی آنکھیں چندھیا گئیں
لکڑی کو کہا کہ اثردہا بن اور وہ اثردہا بن گئی۔ فرعون نے کہا کہ تو خدا کا بھیجا تو نہیں ہے مگر تو
کہیں سے بڑا جادو سیکھ آیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے مردود تجھ پر خدا کی مار تو قدرت خدا
کی نشانیوں کو جادو کہتا ہے۔ اگر یہ جادو ہے تو آخر اس کا کہیں توڑ بھی ہوگا۔ بڑے سے بڑا جادو
بھی دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ اُس کا اُتار نہ ہو۔ فرعون نے کہا کہ اچھا چند روز صبر کر میں ملک کے
جادوگروں کو جمع کروں اُن سے تیرا مقابلہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا خیر اس کا مضائقہ نہیں
فرعون نے تمام ملک مصر میں منادی[۱] کی کہ موسیٰ ایک بڑا بھاری جادو سیکھ آیا ہے اور اسی
جادو کے بل سے ہماری خدائی کا قائل نہیں ہوتا۔ اور ہماری سلطنت خراب کرنے کے
درپے ہے۔ جو کوئی جادو میں استاد ہو اور موسیٰ کو مغلوب[۲] کرے اُس کو منصب[۳] و جاگیر ملیگا۔ یہ سنکر
جادوگر جوق[۴] جوق بہن اور تو بنیاں لیکر دوڑے اور یہ قرار پایا کہ تیوہار کے دن خلقت کا ہجوم[۵]
ہوتا ہے۔ اُسی مجمع میں جادوگروں کا اکھاڑا ہو۔ روز مقرر پر سب لوگ جمع ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام
نے جادوگروں سے کہا کہ تم اپنا جادو کر چلو۔ جادوگروں نے ایسی نظربندی کی کہ جہاں[۶] طرف
سانپ بن گئے۔ موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ دیکھئے ان کالوں سے کیونکر جان بچے۔ خدا نے موسیٰ
علیہ السلام کو پکارا کہ اے موسیٰ تو ڈرتا ہے خبردار دل کو مضبوط رکھ اپنی لاٹھی کو حکم دے کہ اژدہا
بنکر ان سپولیوں کو نگل جائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے احکام سے اژدہا بنکر سپولیوں کو نگل لیا اور پھر
لاٹھی کی لاٹھی بن گئی۔ جادوگر تو یہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھکر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے لیکن

[۱] ڈھنڈورا [۲] پٹوایا [۳] عاجز [۴] عہدہ [۵] گروہ گروہ [۶] بھیڑ [۷] چاروں طرف [۸] لاٹھی

فرعون نے کہا موسیٰ تو نے جادوگروں کو ملا لیا۔ اور اب میں تیرے خدا سے لڑونگا اگر وہ مجکو ہرا دیگا تو خیر جیسی ہوگی دیکھی جائیگی۔ فرعون لڑائی کا سامان کرنے لگا اور خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تو سب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت بنی اسرائیل کے مرد و عورت اور بچے لیکر مصر سے نکلے۔ صبح کو فرعون نے سُنا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو نکال لے گیا فرعون اپنا لشکر اُن کے پیچھے لے چلا۔ موسیٰ علیہ السلام معہ ساتھیوں کے دریائے نیل پر پہنچے تھے کہ فرعون نے جا لیا۔ تب موسیٰ علیہ السلام گھبرائے کہ اب کیا کریں پیچھے دشمن اور آگے دریا بس اب سب مرے خدا نے فرمایا موسیٰ گھبرا مت۔ وہی لاٹھی دریا پر مار دے کہ پانی پھٹ جائے موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی دریا پر ماری اور پانی پھٹ گیا۔ بنی اسرائیل آگے بڑہے فرعون بھی پیچھا دبائے چلا آتا تھا بنی اسرائیل آگے بڑہے۔ فرعون اور اُس کا لشکر بیچ دریا میں آیا پانی مِلگیا سب ڈوب کر رہ گئے۔

قارون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں قارون ایک بڑا دولتمند تھا کہتے ہیں کہ اُس کے خزانوں کی کنجیاں اونٹوں کی بڑی لمبی قطار پر لادی جاتی تھیں۔ اس دولت پر دل کا نہایت تنگ بنی اسرائیل تو مصریوں کے ہات سے مبتلائے مصیبت تھے۔ نہ آبرو اور آمدنی کی نوکری پا سکتے تھے نہ کوئی عمدہ پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔ ان کی مصیبتوں پر زمین و آسمان روتے تھے۔ مگر قارون اس طرح کا بے رحم سنگدل تھا کہ اس کو کبھی ترس نہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت کچھ سمجھایا کہ خدا نے تجھکو یہ نعمت دی ہے تجھ پر ہمجنسوں کی دستگیری لازم ہے۔ کیونکر تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو الوان نعمت کھائے اور بنی اسرائیل کے معصوم بچے فاقوں مریں۔ کیونکر تیرا دل گوارا کرتا ہے کہ تو لباس فاخرہ پہنے اور بنی اسرائیل سردی میں اکڑیں۔ تو بھی ان ہی جیسا ایک آدمی ہے یہ لوگ کوڑی کوڑی کو محتاج ہیں اور تو بے انتہا دولت کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ کیا تجھکو خدا کی بے نیازی اور زمانے کے

۱؎ امیر ۲؎ یہاں مراد ہیں کل آدمی ۳؎ ہاتھ پکڑنا یعنی مدد کرنا ۴؎ جمع لون بمعنی رنگ برنگ یعنی طرح طرح کی نعمت

انقلاب[1] سے کبھی خوف نہیں آتا کہ دم کے دم میں بادشاہ سے بھیک منگوا دے اور ایک پل
میں غریب کو امیر کبیر[2] بنا دے۔ تو خدا کے احسان کا کیا شکر ادا کرتا ہے۔ نہ کسی بھوکے کو کھلاتا ہی اور
اور نہ کسی ننگے کا تن بدن ڈھانکتا ہی۔ لیکن قارون کو تو دولت کی محبت ایسی جڑ گئی تھی کہ وہ دینے
دلانے کے نام سے بھاگتا تھا بنی اسرائیل کے دل قارون کی دولت دیکھکر بے طرح للچاتے تھے
حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو بھی سمجھاتے تھے کہ جس دولت میں خیر نہیں وہ آفت ہی اور جس مال میں زکوٰۃ[3]
نہیں وہ وبال[4] ہی۔ خدا دولت دے تو اس کے ساتھ خیر خیرات کی توفیق بھی دے خدا نے جس کو جتنا
دیا ہی اس سے اسی قدر کا مواخذہ[5] ہوگا۔ دنیا کی دولت ہرگز قدر کرنے کے لائق نہیں کس کی شامت
ہی کہ عاقبت کا محاسبہ[6] اپنے سر پر لے اور جوابدہی میں پڑے اور قارون کو تم لوگ کچھ آسودہ حال
جانتے ہوگے میں تو اسکو مبتلائے آفت سمجھتا ہوں۔ اور تم دیکھ لینا اس کا کیا انجام ہوتا ہی یہ کہنا تھا اور خدا
کی قدرت کہ قارون اور اسکا گنج[7] دولت سب کچھ خود زمین میں ایسا دھس گیا کہ پتہ نہ لگا۔

مذہب کے ضروری احکام

یقین جانو اور دل سے اقرار کرو کہ خدا ایک ہی جس نے زمین آسمان اور تمام دنیا کو پیدا کیا وہی
مارتا اور پیدا کرتا اور وہی جلاتا ہی اس کو فنا نہیں۔ وہ ہمیشہ سے زندہ موجود ہی۔ اگلی پچھلی کوئی بات
اس سے مخفی[8] نہیں وہ دلوں کے ارادے اور منصوبے سب جانتا ہی ہر جگہ ہی سب کی سنتا اور
سب کو دیکھتا ہے بے اس کے رحم کے پناہ نہیں اور اوسکے قہر کی پناہ نہیں وہ سب کو پالتا اور روزی
دیتا ہی۔ دنیا میں کوئی امر بے اس کی مرضی اور اجازت کے نہیں ہوتا اسی کے حکم سے پانی برستا
ہی۔ اسی کے حکم سے ہوا چلتی ہی۔ فرشتے اور آدمی اور جنات اور حیوانات سب اس کے اختیار میں
ہیں۔ چاند سورج اس کے حکم سے گھومتے اور گردش کرتے ہیں وہ پاک ہی کوئی عیب اور نقصان
اس کی ذات میں نہیں۔ وہ اپنی ذات سے موجود ہی۔ سدا سے ہے اور سدا رہیگا۔ اس کے سوائے

[1] الٹ پلٹ [2] بڑا [3] جو شرع کی رو سے چالیسواں حصہ مال کا نام خدا پر دیا جاتا ہی [4] بلا۔ آفت [5] باز پرس [6] حساب [7] خزانہ [8] چھپی

کسی کو بقا[1] نہیں۔ دنیا کا سب کھڑاگ جو تم دیکھتے ہو ایکدن مٹ جائیگا۔ ظلم اور فساد اور بدکاری خودبینی، تکبر، اکڑ اکڑ کر چلنا، لڑنا، جھوٹ بولنا، پرائے مال پر نظر کرنا، چوری، فریب، دغابازی اُس کو ناپسند ہے۔ عاجزی صلحکاری اور بھلائی سے خوش ہوتا ہے۔ مرنا برحق ہے۔ ہر ایک آدمی کی حیات خدا نے مقرر کر دی ہے۔ کوئی اپنی موت سے پہلے مر نہیں سکتا۔ اور موت آئے پیچھے بچ نہیں سکتا قیامت کا ہونا برحق ہے جبکہ زمین اور آسمان اور تمام دنیا نیست[2] اور نابود ہو جائیگی اگلے پچھلوں کا حساب وکتاب ہوگا جس نے اچھے کام کئے وہ بہشت میں جائیگا اور جس نے خدا کی نافرمانی کی وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

خدا نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کا ادب کرو مصیبت زدوں پر رحم اور محتاجوں کی مدد اور غریبوں کی دستگیری کسی کو بات اور زبان سے آزار[3] مت پہنچاؤ اپنی تمام ہمت نفع رسانی[4] خلائق پر مصروف رکھو۔ ہمسائے کے ناموس کو اپنی ناموس اور اُس کے درد دُکھ کو اپنا دُکھ درد جانو۔ ایکدن مرجانا ہے سوائے عمل کے کچھ ساتھ نہ جائیگا۔ مال ومتاع[5]، زن[6] وفرزند، ماں، باپ بھائی بہن باغ ومکان نوکر چاکر سب جیتے جی کے تعلقات ہیں۔ دنیا میں ایسی طرح رہو جیسے سرائے میں مسافر۔ بہت مال جمع کرنے کی فکر عبث[7] ہے۔ دنیا میں دل مت لگاؤ۔ یہ دنیا ضرور ایک دن چھوڑنی پڑیگی زندگی کا اعتماد نہیں ہزاروں آفتیں اس زندگی پر ہیں آئے دن وبا اور بیماری کا خوف ہے۔ پس ہمیشہ موت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ نہیں معلوم کس دن کس وقت آپہنچے۔ دنیا میں اگر آرام کا سامان ہے تو اس چند روزہ آرام پر بھولنا نہیں چاہیئے۔ اور اگر تکلیف کا سامنا ہے تو اس چندروزہ رنج پر بیقرار ہونا نہیں چاہیئے۔ مذہب کے اعتبار سے اگر نظر کی جائے تو تمام دنیا۔ خدا اور خدا کے حکموں سے غافل ہے ہم لوگ دنیا میں ایسا سامان جمع کرتے ہیں کہ گویا ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں گے۔ ہمارا تمام رات دن دنیا کی فکر میں گزرتا ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ ہم دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوں اور عاقبت کا خیال کریں۔ موت سے زیادہ ہم کو نصیحت کرنے والا

[1] قیام [2] یعنی مٹ جائیگی [3] دکھ تکلیف [4] فائدہ پہنچانا [5] پونجی [6] عورت [7] بے کار۔

نہیں ملیگا۔ ہر روز دیکھتے ہیں کہ بادشاہ، عالم، عقلمند، فقیر، دولتمند، لڑکے، جوان، بڈھے مرتے چلے جاتے ہیں اور کس بلا کی غفلت ہے کہ ہم پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد مال اولاد دوست آشنا کسی سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ پس دنیا کے تعلقات جیتے جی کے تعلقات ہیں اور پھر ہم اپنی عمر انہی تعلقاتِ چند روزہ میں ضائع کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد خدا کی نافرمانی میں اپنے پہلے باپ آدم علیہ السلام سے بہت زیادہ ہے۔ آدم علیہ السلام نے صرف ایک حکم خدا کا نہ مانا اور جنت سے نکالے گئے اور ہم ہر روز خدا کے صدہا حکم نہیں مانتے اور افسوس ہے کہ نہ جنت کی طمع[۵۱] رکھتے اور نہ دوزخ سے ڈرتے۔ آدم علیہ السلام کی نسل نے برائے نام خدا کیطرف توجہ کی بھی تو اپنی خواہشوں کو دخل دیا۔ جو حکم اپنے مطلب کا سمجھا مانا اور جو حکم خلاف خواہش ہوا اُس سے انحراف کیا +

اس طور پر شروع سے مذہب کا اختلاف پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام کی نسل کے ساتھ اختلاف[۵۲] مذہب بڑھتا اور پھیلتا گیا۔ اب ہزاروں مذہب دنیا میں ہیں بلکہ شاید ہر شخص اپنا خاص مذہب اور خاص عقیدہ رکھتا ہے۔ ہر ایک مذہب والا دوسرے مذہب کو ناحق اور غلط جانتا ہے اور اُس کے ماننے والوں کو کافر اور دوزخی کہتا ہے۔ لوگوں نے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں کہ دنیا میں ایک مذہب رہے لیکن برخلاف اس کوشش کے اختلاف مذہب روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اگر دنیا کے تمام مذہبوں کی تشریح اور اُن کے عقائد کی توضیح[۵۳] کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے عام اور مشہور مذہب جو ہندوستان میں ہیں پانچ ہیں۔ ہندو مسلمان، عیسائی، یہودی، گبر یعنی آتش پرست۔ دنیا کے معاملات میں مذہب کو کسی طرح کا دخل نہیں دینا چاہیئے۔ ہر مذہب میں ہر ایک طرح کے آدمی ملیں گے۔ پس صرف اختلافِ مذہب کے سبب کسی کو ناپاک یا بے عزت دغاباز یا بددیانت سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ اپنے اپنے مذہب کی ہر ایک کو پچ ہوتی ہے اس پچ کو دنیا میں تعصب کہتے ہیں جس کے سبب ہمیشہ تعصب والے لوگ آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ مذہب کو زبان سے برا مت کہو اور نہ کسی مذہب کی بزرگ چیز کو بے عزت کرو۔ مذہب کا معاملہ آدمی اور خدا میں ہے جس کا جو مذہب ہے وہ خدا سے خاص طرح کا معاملہ رکھتا ہے۔ ہمکو اُسکے معاملے میں دخل دینا ضرور نہیں۔ بڑی فکر تو یہ ہے کہ ہم اپنا معاملہ خدا کے ساتھ درست کریں۔ مذہب کی بحث مذہب کی گفتگو۔

---

۵۱ لالچ ۵۲ جدائی۔ علیحدگی ۵۳ ظاہر کرنا

مذہب کی چھیڑ چھاڑ ہر گز ہر گز مت کرو۔ اسکا انجام ہمیشہ رنج اور فساد ہوتا ہے۔ مذہب کی تکرار
سخت درجے کی بُرائی ہے ہمیشہ اس میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ انگریز لوگ عیسائی ہیں۔ یہودی
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہیں۔ گبر یعنی آتش پرست اِس طرف نہیں ہیں۔ مگر بمبئی کی طرف
پارسی لوگ لکھ پتی، کروڑ پتی ہزاروں اس مذہب کے ہیں یہ لوگ آگ کو پوجتے ہیں اور ہمیشہ آتشخانوں[۵۱]
میں آگ کو روشن رکھتے ہیں۔ ہندو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں یا کسی دریا میں بہا دیتے ہیں عیسائی اور
یہود اور مسلمان زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ گبر لوگ گھرے ہوئے احاطے میں بے دفن کیے رکھدیتے
ہیں۔ جانور مُردوں کا گوشت کھا لیتے ہیں ہڈیاں پڑی رہجاتی ہیں جب احاطے میں بہت ہڈیاں جمع ہوجاتی
ہیں تو باہر پھکوا دیتے ہیں اس طور پر آدمی کی نعش اور ہڈیاں کا [illegible] ہوتا ہے کہ قبر میں اُس کا بدن کیڑے کھاتے ہیں
آگ میں جلکر خاک ہوتا یا دریائی جانور اُس کا گوشت نوچتے یا کوے اور گدھ اُسکی بوٹیاں توڑتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

یوں تو اپنی اپنی جگہ سبھی پیغمبر کوئی نہ کوئی معجزہ رکھتے تھے اور معجزہ نہ رکھتے تو اُن کو پیغمبر مانتا ہی
کون مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے معجزوں کے علاوہ خود معجزہ مجسم[۵۲] تھے۔ یعنی شروع دنیا
میں خدا نے سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام کو بدون باپ اور ماں کے پیدا کیا تھا اُسنے اپنی
قدرت کا کرشمہ[۵۳] اس طرح پر دکھایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے پیدا کیا۔ اُنھوں نے اندھوں
سے کہا کہ دیکھنے لگو اور وہ دیکھنے لگے۔ لنگڑے لولوں کو حکم دیا کہ چلو پھرو اور وہ چلنے پھرنے لگے
مُردوں سے فرمایا کہ جی اُٹھو اور وہ جی اُٹھے۔ لیکن آدمی اس طرح کا ضدی مخلوق ہے کہ اپنی ضد پر آئے تو
آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلائے۔ انجام یہ ہوا کہ یہودیوں نے اُن کو اپنے پندار[۵۴] میں سولی دیدی مگر یہ
بات تھی کہ خدا نے اُن کو اپنے پاس بلا لیا اور یہودیوں کو دھوکا ہوا جتنی قسم کے انگریز ہیں سب
انہی کی اُمت میں اور اُن ہی کے نام پر عیسائی کہلاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تھوڑے دن

۵۱ آگ کی بھٹی ۵۲ سر سے پیر تک ۵۳ جلوہ ظہور ۵۴ خیال

رہے یعنی کوئی تیس برس کی عمر تک لیکن جتنے دن رہے درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے نہ جورو کی نہ رہنے کو گھر بنایا۔ عیسائی اُنکی تعظیم میں یہانتک مبالغہ کرتے ہیں کہ اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں مگر یہ بات کچھ سمجھ میں آنے کی نہیں۔ وہ دوسرے آدمیوں کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ دوسرے آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے تھے اور دوسرے آدمیوں کی طرح عاجز اور بے اختیار تھے اور یہی بندہ ہونیکی شناخت ہے۔ اور یوں "پیرِ من خس است اعتقاد من بس است" کا تو کچھ جواب نہیں لیکن ہندؤں کو کس مونھ سے مشرک اور بُت پرست کہوگے۔ دین مذہب کی تو کہی نہیں جاتی مگر دنیا کے اعتقاد سے تو حضرت عیسیٰ کی اُمت کو آج ایسا عروج ہے کہ گویا تمام روئے زمین پر سلطنت کر رہی ہے اور سلطنت بھی کر رہی ہے تو لیاقت اور ہنرمندی کے بل پر۔ بیشک ہم مسلمانوں اور انگریزوں میں مذہبی اختلاف تو ہے مگر نہ اتنا کہ ہم میں اور ہندؤں میں لیکن آخر ہم ہندؤں میں رہتے اُنسے ملتے جلتے اور اُن کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں تو انگریزوں کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ ہمکو دنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے کیونکہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر یہ نہیں سکتا اور ہم کو مفلس اور محتاج اور لوگوں کی نظروں میں خوار و ذلیل کر کے رکھا بھی تو کیا رکھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ہم مسلمانوں کے پیغمبر ہیں اور ہم لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اُنپر پیغمبری کا خاتمہ ہو گیا یعنی اب تا قیامت کوئی پیغمبر نہیں ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال تم پڑھ چکے ہو اُنکی دو بیبیاں تھیں ایک کا نام سارہ جنکے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ دوسری کا نام ہاجرہ اُنسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے دونوں سوکنوں کی جیسا کہ دستور ہے ایک دوسری سے نہیں بنتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ اور اسحٰق کو تو اپنے وطن ملک شام میں چھوڑا اور ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو ملک عرب کے شہر مکہ میں لا بسایا

---

۱ بڑائی کرنا ۲ زیادتی کسی چیز کی تعریف حد سے بڑھا دینا ۳ اگرچہ میرا پیر تنکے کے برابر ہے میرا اعتقاد کافی ہے ۴ خدا کی خدائی میں کسی دوسرے کو شریک کرنیوالا ۵ بت پوجنیوالا ۶ بلندی۔ عزت ترقی ۷ اُنپر خدا کی رحمت اور سلام ۸ پہ آپس کی سوکن کو کہتے ہیں یعنی ایک میاں کی دوسری بیوی

ابراہیم علیہ السلام کیساتھ وعدہ تھا کہ اُن کی نسل میں دنیا اور دین کے بادشاہ ہونگے۔ اسمٰعیل علیہ السلام
کی نسل جو عرب میں پھیلی اُنکے حق میں وہ وعدہ یوں پورا ہوا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں آنحضرت[1]
پیغمبر اور آخرکار دنیا کے بادشاہ بھی ہوئے۔ ماں کے پیٹ میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ اور ہنوز
دودھ پیتے تھے کہ آپکی والدہ آمنہ نے انتقال[2] فرمایا یتیم[3] رہجانے کیوجہ سے دادا عبدالمطلب نے انکو اپنے
کنار عاطفت (مہربانی) میں لیا جب اُنکا سایہ بھی سر پر سے اُٹھ گیا تو چچا ابو طالب دکرتے رہے۔ طبیعۃ ہی خدا نے
کچھ اسطرح کی دی تھی کہ بچپن میں بھی کسی قسم کی بیہودگی آپ سے سرزد نہیں ہوئی نہ لڑکوں میں کھیلتے
نہ بے تمیزی کے ساتھ ہنستے نہ جھوٹ بولتے نہ کوئی فحش[4] کلمہ زبان سے نکالتے نہ لڑتے نہ جھگڑتے
نہ بزرگوں کی نافرمانی کرتے۔ عمر کے ساتھ نیکی اور بردباری اور ہمدردی اور فائدہ رسانی اور خداترسی[5]
کی عادتیں ترقی پکڑتی گئیں یہانتک کہ راستی (سچائی) اور دیانتداری اور معاملہ فہمی[6] میں ضرب المثل ہوگئے
خدیجۃ الکبریٰ ایک بڑی مالدار بی بی تھیں مگر ازبسکہ بیوہ اور لاولد (بے اولاد) تھیں کارندوں کے ذریعے سے تجارت
کیا کرتی تھیں اُنھوں نے آنحضرت کی عقل و دیانت کی بہت کچھ تعریف سُنی تھی آپ کو قافلہ سالار[7] بنا کر شام[8]
کی طرف روانہ کیا انکی ہوشیاری و دیانتداری کی وجہ سے تجارۃ میں عظیم (بڑا) فائدہ ہوا۔ فائدہ کے
علاوہ قافلہ والوں نے جو حالات سفر میں دیکھے تھے بیان کیے خدیجۃ الکبریٰ کے دلمیں عقیدۃ پیدا
ہوئی اور آخرکار اُنھوں نے خود درخواست کرکے آنحضرت کے ساتھ اپنا نکاح پڑھوالیا اُسوقت آنحضرت کی عمر
پچیس اور بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی چالیس برس کی تھی۔ عمر کے اسدرجے میں آنحضرت کا یہ حال تھا کہ مکہ
کے باہر شہر سے ذرا فاصلہ پر غار حرا[9] میں اکیلے شبانہ روز مصروف عبادت الٰہی رہتے اور مہینے سوا مہینے
میں کبھی گھر بھی آنکلتے شدہ شدہ[10] یہ نوبت پہنچی کہ درخت اور پتھر آپ کو سلام کرنے لگے اور فرشتے دکھائی
دینے لگے پیغمبر صاحب یہ کیفیت دیکھکر ڈرے اور بی بی خدیجہ سے سب حقیقت بیان کی۔ اُسوقت آنحضرۃ کو
یہ شبہ گزرا کہ کہیں مجکو خلل دماغ تو نہیں ہوگیا کہ میں نئی نئی آوازیں سنتا اور عجیب عجیب شکلیں دیکھتا ہوں

---

۱ مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲ جگہ بدلنا مراد ہے مرجانا ۳ جس کا لڑکپن میں باپ مرجائے ۴ بیہودہ بات۔
۵ خدا سے ڈرنا ۶ بات کو سمجھنا ۷ سردار ۸ ایک ملک کا نام ہے ۹ ایک غار کا نام ہے ۱۰ رفتہ رفتہ ۔

بی بی خدیجہ نے آنحضرۃ کی تشفی[1] کی اور کہا کہ تم بیواؤں اور یتیموں پر رحم کرتے ہو غریبوں کے دستگیر ہو
حاجتمندوں کے مددگار. ممکن نہیں کہ خدا تم جیسے نیک بندے کو ضائع ہونے دے چلو میں تم کو اپنے
بھائی نوفل کے بیٹے ورقہ پاس لیچلوں وہ آسمانی کتابیں پڑہا کرتا ہے وہ ضرور تمھاری اس مشکل کو حل
کریگا ورقہ نے سب حال سُنکر کہا کہ کتابوں میں مدتوں سے ایک پیغمبر کی پیشین گوئی[2] چلی آتی ہے عجب
نہیں کہ وہ پیغمبر تم ہی ہو اور وہ فرشتہ جو تم کو دکھائی دیتا اور تم سے کلام کرتا ہے جبرئیل ہو جو سدا سے پیغمبروں
کے پاس وحی یعنی حکم خدا لاتا رہا ہے اور جب وہ وقت آئے کہ تم اپنی پیغمبری کا اشتہار دو اگر جیتا رہا تو میں
ضرور تمھارا ساتھ دونگا. بات یہ ہے کہ جس زمانے میں آنحضرۃ کو پیغمبری ہوئی خدا کے بارے میں لوگوں کے خیالات
بہت ہی خراب ہو گئے تھے اکثر تو بتوں کو یا دوسری دوسری چیزوں کو پوجتے تھے اور جو خدا کو مانتے
تھے وہ بھی اُسکی ذات یا صفات کی نسبت بڑی بڑی غلطیاں کرتے تھے خاصکر عرب کا سب سے بتر حال
تھا. ابراہیم علیہ السلام نے جو مکہ میں ایک سچے خدا کی مسجد بنائی تھی اور جو بیت اللہ[3] اور خانہ کعبہ کے نام
سے مشہور ہے اور جس کی طرف مُنہ کرکے مسلمان نماز پڑھتے ہیں کمبختوں نے سیکڑوں بت لا کھڑے
کیے اور خدا کے بدلے انہی کی پرستش ہونے لگی. فرشتوں کو سمجھتے تھے کہ خدا کی بیٹیاں ہیں بعض کا یہ عقیدہ
تھا کہ بس جو کچھ ہے یہی دنیا ہے قیامت[4] اور عاقبت اور جنت[5] اور دوزخ کوئی چیز نہیں عقیدوں سے بدتر عمل
اور عمل سے بدتر عقیدے. غرض مذہب کی عام تباہی پکار رہی تھی کہ خدا کسی پیغمبر کو بھیجے تو ان خرابیوں کی
اصلاح[6] کرے. چنانچہ خدا نے آنحضرۃ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا اور اُنھوں نے خدائے واحد[7] کی طرف اُسکے بندوں
کو بلایا اور شرک اور بت پرستی کی گندگی سے زمین کو پاک کرنا چاہا لوگ دشمنی کرنے اور ایذائیں دینے
لگے گیارہ بارہ برس تک تو پیغمبر صاحب نے صبر کیا جب ان کے قتل[8] کی صلاح ٹھہری تو آپ اکیلے مدینے چلے
آئے اسی کا نام ہے ہجرۃ[9] اور اسی سے مسلمانوں میں ہجری سنہ چلا عداوۃ تو شروع ہی سے چلی تھی درجہ بدرجہ عداوۃ
میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی یعنی پیغمبر صاحب برابر اس کوشش میں لگے تھے کہ خدا کا سچا دین پھیلے.

---

[1] دلاسا [2] جو بات ابھی ہوئی نہو اسکی خبر پہلے سے کر دینا [3] خدا کا گھر مراد ہے خانہ کعبہ [4] جس دن مُردے جی اُٹھیں گے اور اُس دن تمام بندوں کا حساب کتاب ہوگا [5] بہشت [6] درستی [7] اکیلا [8] مار ڈالنا [9] وطن چھوڑ کر دوسری جگہ جانا

اور پیغمبر صاحب کے وعظ کرنے اور سمجھانے سے لوگ مسلمان ہوتے چلے جاتے تھے۔ آخر کار مخالف[۵۱]
مار کٹائی پر اتر پڑے۔ ناچار مسلمانوں کو اپنی حفاظت کیلیے لڑنا پڑا جس کا نام جہاد ہے۔ لڑائیوں
کا انجام یہ ہوا کہ خدا کا بول بالا رہا۔ اور دین کے ساتھ دنیا کی سلطنت بھی قائم ہو چکی پیغمبر صاحب
کی زندگی میں قریب قریب تمام جزیرہ[۵۲] عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا پیغمبر صاحب کی وفات[۵۳]
کے بعد تو اُنکے جانشینوں[۵۴] نے روم و فارس دنیا کی دو بڑی سلطنتوں کو مغلوب کر کے اسلام کی ایسی
زبردست سلطنت قائم کی کہ ابھی تک اُسکی یادگار باقی ہے۔ یہ ایسا بڑا وسیع[۵۵] مضمون ہے کہ اس پر جلدیں کی
جلدیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر میں تمکو پیغمبر صاحب کی چند باتیں سنانی چاہتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو
کہ وہ کیسے بزرگ شخص تھے۔ اُنھوں نے جیسی جیسی تکلیفیں دین اسلام کے قائم کرنے اور رواج
دینے میں برداشت کیں اُنہی کا کام تھا۔ ورنہ کوئی بندہ[۵۶] بشر ایسی مصیبتوں میں ثابت قدم[۵۷] نہیں رہ سکتا
اُن کو کافروں نے ہر طرح کے دنیاوی لالچ دیئے ڈرایا۔ دھمکایا۔ گالیاں دیں۔ مارا۔ اُنکا کھانا پانی
بند کیا۔ دیس نکالا دیا کہ مذہبی چھیڑ چھاڑ موقوف کریں مگر چونکہ وہ سچے پیغمبر تھے۔ اُن کو اپنے
فرض پیغمبری کے ادا کرنے سے کوئی چیز نہ روک سکی۔ کافر مارے عداوت کے راہ میں کانٹے بچھا دیتے
تھے کہ صبح سویرے نماز کے لیئے خانہ کعبہ میں آتے ہیں پاؤں میں چبھیں۔ ایک دن آپ حرم کعبہ میں مصروف
نماز تھے۔ ایک کافر نے اونٹ کی اوجھڑی گردن مبارک پر لا کر ڈالدی۔ آپکی صاحبزادی حضرت فاطمہ
کو کسی طرح معلوم ہوا۔ اُنھوں نے وہ بوجھ جا کر اُتارا۔ ایک بیہودہ بے تمیز نے ہاتھا پائی کرتے کرتے گلے
میں چادر ڈال اُس کو زور سے اینٹھا کہ حضرت ابو بکر[۵۸] اتفاق سے عین وقت پر پہنچ کر نہ چھڑاتے تو خدا جانے
دشمنوں کا کیا سے کیا ہو جائے۔ جب کافر اپنی سب تدبیریں ہار ے تو آخر یہ قرار پایا کہ یہ شخص ہمارے
دیوتاؤں اور بتوں اور بزرگوں کی توہین[۵۹] سے باز نہیں آتا اور آدمی ہر جتھے اور کنبے کا
کوئی اسکو مار ڈالنا چاہے تو گو اُس کے رشتہ دار بھی مذہبی مخالفت کی وجہ سے اس سے ناخوش ہیں مگر

۵۱ دشمن ۵۲ ٹاپو جو چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا اور بیچ میں زمین ۵۳ مرنا ۵۴ قائم مقام ۵۵ کشادہ ۵۶ آدمی
۵۷ یعنی ٹھہر نہیں سکتا ۵۸ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ۵۹ حقیر کرنا ذلیل کرنا

اپنے عزیز کے خون پر تو خاک ڈالنے والے نہیں بہتر ہی کہ کئی قبیلوں کے آدمی ایک ساتھ رات کیوقت
گھر میں گھسکر اکیلے سوتے پر حملہ کرکے مار ڈالیں اسکے رشتے دار چار و ناچار خون بہا لینا قبول
کرینگے اُس کا ادا کرنا اسوقت تو آسان ہی کہ ہمارے مذہب کی بیخکنی کیجائے۔ خدا نے آنحضرتؐ کو اس منصوبے
کی خبر دی۔ اور آپ اپنے چچا زاد بھائی حضرۃ علیؓ کو جو بعد کو حضرۃ فاطمہ کے ساتھ بیاہ کرکے آپکے داماد
بھی ہوئے اپنی جگہ سُلا حضرۃ ابوبکر کو جو شروع سے آپکے جاں نثار مریدوں میں تھے ساتھ لے مکے سے
نکل پاس کے پاس غار ثور میں جا چھپے۔ دشمن وقت پر آئے دیکھا تو شکار ہات سے جا چکا تھا۔ اور پیغمبر صاحب کے
بستر پر حضرۃ علیؓ پڑے سوتے تھے۔ اُسی وقت چاروں طرف آدمی تعاقب میں اور جستجو میں روانہ ہوئے۔ کیا خدا کی
قدرۃ ہی کہ بعض غار ثور کے منھ پر بھی جا پہنچے انکے بولنے چالنے کی آہٹ پاکر ابوبکر کے تو ہوش خطا ہوئے
اور لگے گھبرانے مگر پیغمبر صاحب کو اس وقت بھی خدا پر بھروسہ تھا اور یہاں انکے سچے پیغمبر ہونیکی اور چند در چند دلیلوں
میں ایک دلیل یہ بھی ہی کہ انکی پیغمبری بناوٹ کی ہوتی تو ایسے نازک وقت میں اضطراب ظاہر ہوتا۔ غرض
پیغمبر صاحب نے حضرۃ ابوبکر کی تشفی کی اور پھر موقع پر غار سے نکلے اور رستہ کترتے ہوئے مدینے جا پہنچے۔ پیغمبر
صاحب نے سلطنت اسلام کے قائم کرنے میں حد سے زیادہ کوشش کی اور آخر کار اس کو قائم کرکے چھوڑا مگر سلطنت
سے اُن کو شخصی یا حکومت یا ذاتی آسایش مقصود نہ تھی۔ انکا صرف یہ طلب تھا کہ تمام روئے زمین پر ایک سچے خدا کی پرستش
کیجائے اور لوگ امن اور صلح کاری سے زندگی بسر کریں اور لڑائی اور جھگڑا اور ظلم موقوف ہو۔ انکا اپنا حال
یہ تھا کہ نہایت سادہ اور بے تکلف اور متواضع طور پر رہتے تھے۔ گھر کا کام کاج اپنے ہات سے کرنے میں انکو
عار نہ تھا۔ کپڑے میں پیوند کی ضرورۃ ہوتی تو اپنے ہات سے لگا لیتے۔ جوتی ٹوٹ جاتی تو آپ درست
کرلیتے۔ ساری عمر جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی اکثر ایسا ہوا کہ پیغمبر کے گھر میں چراغ
تک نہیں جلا اس لئے کہ تیل نہ تھا اور مصیبت مند زندگی کچھ مفلسی اور ناداری کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آپکا
مزاج اس درجے کا سخی واقع ہوا تھا کہ اگر ان کو اشرفیوں کے ڈھیر پر بٹھا دیا جاتا تو جبتک ایک ایک

۱ بدرجۂ مجبوری ۲ خون کا تاوان یعنی بدلا ۳ جڑ کھودنا ۴ تدبیر ۵ معتقد ۶ پہاڑ میں ایک کھوہ ہے جو [illegible] میں [illegible]
ہے ۷ درپے ہونا پیچھا کرنا ۸ تلاش ڈھونڈھنا ۹ بیقراری ۱۰ آرام ۱۱ مستقل طور پر

کرکے بانٹ دیتے اُن کو چین نہ پڑتا وہ اپنی ضرورتوں کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے تواضع اسقدر تھی کہ لوگوں کو اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے تک کی اجازت نہ دیتے۔ حضرت انسؓ آپکے خادم تھے اُن کا بیان ہے کہ میں نو برس کی عمر سے پیغمبر صاحب کی خدمت میں رہا۔ نو عمری کی وجہ سے مجھ سے اکثر قصور ہوتے رہتے تھے۔ آپ کسی کام کو فرماتے اور میں کھیل میں لگ جاتا یا چیزوں کا نقصان کرتا آپنے کبھی مجھ کو ملامت نہیں کی کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں کیا گھر میں جو کچھ پکتا آپ خوشی کے ساتھ کھا لیتے نہ ہوتا تو صبر کرتے۔ مگر کھانے کو کبھی بُرا نہیں بتایا۔ آپ کی ساری زندگی اسی ایک دُھن میں گزر گئی کہ کسی طرح دین اسلام کی ترقی ہو اور اسی مصیبت سے آپنے خدیجۃ الکبریٰ کے بعد انتقال کے کئی نکاح بھی کیے۔ حضرت کی بیبیوں میں تین بیبیاں سربرآوردہ تھیں۔ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ جن کا تھوڑا سا حال تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ پیغمبر صاحب کی نسل حضرت خدیجۃ الکبریٰ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے چلی۔ اور جو لوگ سادات[51] کہلاتے ہیں اُن ہی کی اولاد ہیں۔ محرم میں جو حسن حسین کا ماتم کیا جاتا ہے۔ دونوں بزرگ پیغمبر صاحب کے نواسے اور حضرت علی کے فرزند تھے۔

دوسرے جانشین پیغمبر حضرت ابوبکر کی بیٹی عائشہؓ پیغمبر صاحب کی بیبیوں میں یہی ایک بی بی تھیں جن کا پہلا نکاح پیغمبر صاحب کے ساتھ ہوا۔

تیسری حضرت عمر خلیفہ دوم کی بیٹی حفصہؓ پیغمبر صاحب اس طرح کا عمدہ و آسان دین سکھلا گئے ہیں کہ اگر مسلمان ٹھیک ٹھیک سیدھے چلے جائیں تو اُنکو دنیا میں بھی عروج ہو اور عاقبت میں بھی خدا اُنسے راضی اور خوش ہے مگر مسلمانوں کے دین میں ضعف[52] اور عقائد[53] میں تزلزل[54] آگیا ہے سو دنیا میں تو انکی قوم روز بروز کمزور اور مفلس ہوتی چلی جاتی ہے (ع) عاقبت کی خبر خدا جانے۔

۵۱ جمع سید کی یعنی سردار مراد خاندان اہلبیت سے ہے ۵۲ کمزوری ۵۳ جمع عقیدے کی یعنی مذہبی خیال ۵۴ ڈانواڈول ہونا

تمت

فہرست کتب مصنفہ بشیر الدین احمد ایم آر اے ایس تعلقہ دار (گلبرگہ) پنشنر

واقعات مملکت بیجاپور - تین جلد صفحات ۱۲۰۰ - ہاف ٹون فوٹو ۱۹۱ - یہ کتاب اعلیٰ حضرت سرکار عالی حضور نظام الملک بہادر آصف جاہ خلد اللہ ملکہ کے نام نامی پر معنون ہے جس کے صلے میں پیشگاہ خداوندی سے بارہ سو روپیہ انعام سرفراز ہوا۔ علاوہ مفصل تاریخ سلطنت عادل شاہی بیجاپور کے اس میں مقامات ذیل کی مکمل تاریخ ہے۔ ادھونی - اودگیر - اورنگ آباد - اوسہ - بیجانگر - بیدر - بیراکنور - پرنیڈہ - معبد رنگ - خلد آباد - دو غلہ باے - الیورہ - دولت آباد - دھارور - رائچور - شاہ پور - سگر - گوگی - عالم پور - فرامین و اسناد شاہی - قندہار - کرنول - کنگ گیری - گلبرگہ - گول کنڈہ - مدگل - ملکھیڑ - علیا باد - ملدرگ - ورنگل - ویلور - سرنگاپٹن - ہٹی - معدن طلاء - ہندوستان کے اہم تاریخی حالات - یادگیر - بقیہ فرامین شاہی - کپل - اسو کا کا ایڈکٹ - مختصر تاریخی حالات مملکت نظام - اس کتاب کی نسبت مشہور پیسہ اخبار نے بہت عمدہ ریویو کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم - کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است" اس کی کاپی نواب والیسرائے و گورنر جنرل بہادر ہند نے قبول فرما کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی ہے اور بہت سے نسخے حکام عالی مقام کی خدمت میں گذرانے گئے ہیں۔ مجملہ انکے وی آنریبل کرنل پنجے ریزیڈنٹ حیدرآباد اپنی قلم خاص سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کتاب نہایت دلچسپ اور مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ مسٹر جان مارشل نیٹ ڈائرکٹر جنرل آثار قدیمہ گورنمنٹ ہند تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کتاب کو ہم نے غور دیکھا جس کو ہم نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ازبس پسند کرتے ہیں۔ اس مسودہ کتاب میں بہت ہی مفید مضامین اور عمدہ فرامین شاہی کتبے اور اسناد ہیں جو میرے خیال میں پہلی ہی مرتبہ چھاپے گئے ہیں۔ علاوہ تاریخی حالات کے اس کتاب میں تمامی مشہور عمارات کے فوٹو دیئے گئے ہیں اور بیدر و گلبرگہ شریف و خلد آباد کے بزرگان دین کے مفصل حالات درج ہیں۔ اس کتاب کے سو نسخے گورنمنٹ نظام نے خرید فرما کر جملہ محکمہ جات میں تقسیم فرمائے ہیں نیز اس کتاب کو پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے بھی پسند فرما کر کتب خانوں میں رکھنے کی سفارش کی ہے قیمت غیر مجلد للعہ مجلد نقرئی للعہ محصول ڈاک ۱۳ر

اقبال دلہن شرفاء دہلی کی روزمرہ زندگی کی دلچسپ تصویر جس میں مردوں اور عورتوں کی تعلیم شادی بیاہ وغیرہ کے رسوم - زن و شوہر کے تعلقات باہمی - تعدد ازدواج کی خرابیاں اور بصورت لاولدی اسکا جواز سوکنوں کا برتاؤ ایک نہایت دلچسپ قصے کے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں - ۲۰۸ صفحہ عمر مع محصول ڈاک - **حسن معاشرت** - ایک اخلاقی ناول جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات زندگی بالمقابلہ ایک نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں صرف مخدرات عصمت کے لئے لکھے گئے ۲۴۳ صفحہ عمر مع محصول (کتب نمبر ۲ و ۳) طبقہ نسواں میں حد درجہ مقبول ہونے سے دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے - ہز اکسیلنسی جناب لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ ام اقبالہم نے ان دونوں کتابوں کو شرف قبولیت بخشا ہے - پنجاب و ممالک متحدہ کی ٹکسٹ بک کمیٹیوں نے ان دونوں کتابوں کو انعامی قرار دیا ہے - انہیں کے جوڑ کی تیسری کتاب **اصلاح معیشت** - ابھی ابھی لکھی گئی ہے جس میں ایک دلچسپ اور پر اثر قصہ کے پیرائے میں ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں ہی مردوں کی بگاڑنے اور سنوارنے والیاں ہیں - ۲۴۶ صفحہ قیمت عمر مع محصول ڈاک -

(یہ تینوں کتابیں ہر کنواری اور بیاہی لڑکی کو پڑھنی چاہئیں جو کیا باعتبار زبان اور کیا بلحاظ بندش مضامین بے نظیر کتابیں ہیں -

امریکہ کے مشہور ڈاکٹر شال نے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے ایک سلسلہ تلقین حسن معاشرت و تعلیم نیک کرداری و اخلاق کا لکھا ہے - ہم اسی طرز پر لڑکوں کیلئے پہلی کتاب **حرز طفلاں** عہ مع محصول اور دس برس سے اوپر کی عمر کی لڑکیوں کیلئے **بچپول سے دو دو باتیں** - صفحہ (۱۰۰) عہ مع محصول لکھی ہیں - حرز طفلاں کا اب دوسرا ایڈیشن نکلا ہے - حرز طفلاں میں لڑکوں کے لئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ ہے اور افعال قبیحہ و عادات ذمیمہ کے مضر نتائج اور ان سے بچنے کی عمدہ تدابیر بطور حفظ ما تقدم نہایت دلچسپ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں - بچیوں والی کتاب بھی بیش بہا نصائح کے علاوہ معلومات ضروری کا ایک پر تاثیر ذخیرہ ہے - اسی سلسلہ میں **نشاط عمر** ۲۲۲ صفحہ عہ ہر قوم کے نائکد خدا لڑکوں اور نوجوانوں کیلئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا مجموعہ ہے اس میں افعال قبیحہ اور عادات ذمیمہ کے مضر و ہولناک نتائج اور ان سے بچنے کی عمدہ تدابیر بطور حفظ ما تقدم بہت دلآویز طریقے سے بیان کئے گئے ہیں - چوتھی کتاب اسی سلسلہ کی -

ملنے کا پتہ - بشیر الدین احمد تعلقہ دار پنشنر کھاری باؤلی - دہلی

فہرست تصانیف جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور

	کاغذ ولایتی	کاغذ حنائی	جلد	محصول ڈاک
قرآن مجید مترجم تقطیع کلاں دو صفحہ تیرہواں ایڈیشن مطبوعہ مفید عام آگرہ جسکے آخر میں الفاظ و محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے۔۔۔	معہ محشی	ے ر	عا ر	۲ ر
قرآن شریف۔ تقطیع متوسط دو صفحہ ترجمہ بین السطور "جامع المصاحف"	بے ہ	+	عہ ر	۹ ر
قرآن شریف ترجمہ بر صفحہ مقابل "غرائب القرآن"۔۔۔	بے بلا حاشیہ	سے ر	"	۱۴
حمائل شریف تقطیع ۱۶×۲۲ ترجمہ بین السطور بارہواں ایڈیشن جس کے آخر میں الفاظ و محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے۔۔۔۔۔۔	بے محشی	+	عہ	۶

ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی تمام دعائیں مترجم معہ ایک مفصل دیباچہ کے جس میں دعا اور اسکی مقبولیت وغیرہ کے عمدہ اور مفید مضامین ہیں روزانہ وظیفہ کے لئے ایک نایاب کتاب ہے۔ رنگین ٹائیٹل ۸ ر سادہ ٹائیٹل ۶ ر محصولڈاک ۲ ر

سورۃ فی احسن صورۃ مروجہ پنج سوروں کی جگہ یہ دہ سورہ مترجم و محشی ہیں۔ سفر و حضر میں پڑھنے کے لئے بہت کام کا ہے۔ حمائل کی تقطیع۔ قیمت ۸ ر محصول ۲ ر۔ **الحقوق و الفرائض**۔ حصہ اول حقوق اللہ حصہ دوم حقوق العباد حصہ سوم اخلاق و آداب ہر سہ حصص مکمل للعہ محصول ۹۔ **اجتہاد**۔ اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اور اسلام کے معتقدات فطری ہیں جو شخص ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے وہ بخوبی تصفیہ کر سکتا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ کافر متواتی شدند و مسلمان شو" عہ ۲ ر

حیات النذیر۔ مولانائے مرحوم کی مکمل سوانعمری معہ فوٹو اور دو قلمی خطوط کے ۴۹۲ صفحات۔ قیمت للعہ محصول ۸ ر

نظم بے نظیر۔ مولانائے مرحوم کی کل نظموں کا مجموعہ مع صراحت اس امر کے کس جلسے اور تقریب کیلئے لکھی گئی تھی۔ قیمت عہ محصول ۲ ر

مراۃ العروس۔ لڑکیوں کو امور خانہ داری اور سلیقہ سکھلانے کی بے نظیر کتاب جس پر گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ کا انعام ملا۔ ۳ ر

بنات النعش۔ گویا کہ مراۃ العروس کا حصہ دوم ہے جس سے لڑکیوں کی اصلاح حالت اور تمدن میں ان کو زیادہ بکار آمد بنانے کے لئے عمدہ عمدہ تعلیمی مضامین لکھے گئے ہیں۔ اس پر گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا ہے قیمت ۸ ر محصول ۳ ر۔ **توبۃ النصوح** نیک کرداری اخلاق اور مذہبی تعلیم کا بیش بہا ذخیرہ جس پر گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ انعام ملا۔ قیمت ۸ ر محصول ۳ ر۔ **محصنات**۔ یعنی فسانہ مبتلا جس میں دو شادیاں کرنے کی مصیبتوں کو نہایت دردناک طور سے بیان کیا ہے اور آخر میں ایک مخمس بھی ہے قیمت ۱۲ر محصول ۲ ر

رویائے صادقہ۔ صادقہ کی زبان سے خواب کے پیرائے میں مسلمانوں کے مذہب کے مختلف فرقوں کے عقائد سے نہایت عمدہ اور مدلل بحث اور سچے اور نکھرے ہوئے اسلام کا ہو بہو نقشہ۔ غرض جو اس کتاب کی باتیں بھی نہ جانتا ہو اسکا اسلام کیا۔ قیمت عہ ر۔ ۴ ر

ابن الوقت۔ انگریزی کورانہ تقلید کی خرابیاں نتیجہ یہ کہ ازیں سو راندہ و زاں سو درماندہ۔ مذہبی مسائل پر نہایت عمدہ اور معقول مباحث۔ قیمت عہ محصول ۴ ر۔ **ایامی**۔ بیواؤں کی دکھ بھری کہانی خود ان کی زبانی انکے اصلی حالات اور دلی جذبات کا فوٹو ان کی مشکلات کا بس یہی حل ہے کہ بیواؤں کا نکاح ثانی کیا جائے۔ قیمت ۱۲ر محصول ۲ ر۔ **موعظۂ حسنہ**۔ وہ تمام نصیحت آمیز خطوط جو مولانا نے اکلوتے بیٹے کو تعلیم کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً لکھے تھے۔ قیمت ۱۲ر محصول ۲ ر۔ **منتخب الحکایات**۔ بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں۔ قیمت ۶ ر و ۲ ر **چند پند**۔ بچوں کے لئے عمدہ عمدہ نصیحت آمیز مضامین قیمت ۶ ر و ۲ ر **صرف صغیر**۔ فارسی زبان کے قواعد سلیس اردو میں قیمت ۶ ر ۲ ر **نصاب خسرو**۔ امیر خسرو کی ترمیم شدہ خالق باری قیمت ۶ ر و ۲ ر **رسم الخط**۔ املا و انشا کے نو آموزوں کے لئے سلیس قواعد قیمت ۶ ر و ۲ ر **مبادی الحکمت**۔ علم منطق کے قواعد سلیس اور عام فہم اردو میں جس پر گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا۔ قیمت ۸ ر و ۳ ر **ما لا ینفک فی الصرف** صرف عربی کے قواعد اردو میں قیمت ۸ ر و ۲ ر **لکچروں کا مکمل مجموعہ**۔ **امہات الامہ**۔ یہ وہ کتاب ہے جسے موضعی قرار دیکر مولانا پر کفر کا فتویٰ ہوا تھا۔ اب چند علماء کی نظر ثانی ترمیم اور تعدیل کے بعد خواہشمندوں کے سخت اصرار پر زیر طبع ہے۔ خواہشمند اپنا نام رجسٹر کرالیں۔

ملنے کا پتہ۔ بشیر الدین احمد تعلقدار بیرسٹر۔ کھاری باؤلی۔ دہلی

احری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ